تین لڑکوں کے
صحرائی سفر کی
دِل چسپ داستان

ننھّے سُراغ رساں

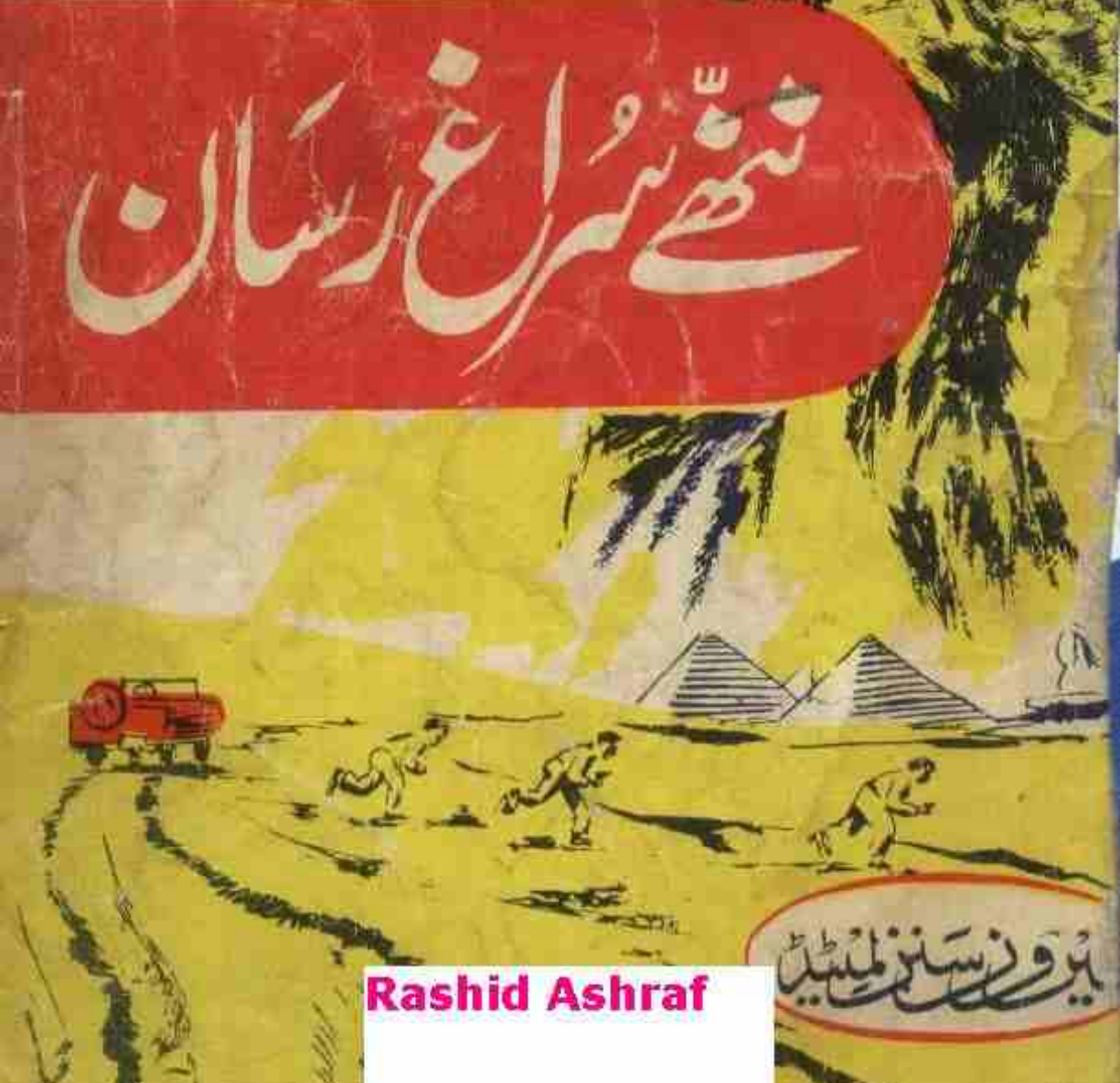

Rashid Ashraf

ننھے سُراغ رساں

تین لڑکوں کے صحرائی سفر کی
دل چسپ داستان

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور راولپنڈی پشاور حیدرآباد کراچی

Rashid Ashraf

zest70pk@gmail.com

www.wadi-e-urdu.com

بار ہفتم .. .. سنہ ۱۹۷۱ء

تعداد طبع ۱۰۰۰

مطبوعہ .. .. فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

طابع .. .. عبدالحمید خان

قیمت .. .. ۲۵۰ روپیہ

پڑھنے سے پہلے

کہانی لکھنے والے کا کمال یہ ہے کہ اس مقام اور ماحول کا جس
سے متعلق کہانی ہے۔ اس طرح نقشہ کھینچے کہ پڑھنے والے
کے ذہن میں وہاں کا جغرافیائی ماحول، لوگوں کی عادتیں اور خصلتیں
اور ان کے رہن سہن کے طریقے خود بخود اترتے چلے جائیں۔
بڑے تو اس قسم کی معلومات خالص علمی اور جغرافیائی کتابیں
پڑھ کر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر بچے ایسے مضامین سے کوسوں
دور بھاگتے ہیں۔ اگر اس طرح کے مفید مضامین کہانی کے روپ
میں پیش کئے جائیں تو بچوں کی طبیعت انہیں نہایت آسانی
سے قبول کر لیتی ہے۔

اسی مقصد کو سامنے رکھ کر یہ کہانی "جلتے سراغ رساں"
لکھی گئی ہے۔ یہ کہانی سرزمین مصر سے متعلق ہے۔ جس میں
پرانوں کے ایک بڑے اسرار اور خوفناک گروہ کی خلاف قانون
سرگرمیاں اور تین نڈر اور بہادر لڑکوں کی سراغ رسانی کے
حیرت انگیز واقعات بڑے میٹھے اور دل نشیں انداز میں بیان
کئے گئے ہیں۔ کہانی شروع سے آخر تک اتنی دلچسپ اور
پُر اسرار واقعات سے بھرپور ہے۔ کہ کہیں بھی کتاب چھوڑنے
کو جی نہیں چاہتا۔ ہر باب ختم کرنے کے بعد دل دھک دھک
کرنے لگتا ہے۔ اور بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے کہ اب کیا ہوگا
بیان اتنی شیریں اور سلجھی ہوئی ہے کہ بچے مزے لے لے کر
پڑھیں گے اور ان میں تلاش و تجسس کا مادہ بھی پیدا ہوگا

جیک، احمد اور عمر تالاب میں نہاتے رہے۔
عمر نے جب ایک غوطہ لگایا تو جیک اور احمد
کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ عمر نے تالاب سے نکل کر
کہا "ہنس لو بھائی! پتہ نہیں یہ کیا بات ہے کہ
جب کوئی آدمی اتفاق سے گر پڑتا ہے یا اسے
چوٹ آتی ہے تو دوسرے لوگ اس کی یہ حالت
دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیتے ہیں"۔
جیک نے جواب دیا "عمر! تمہاری حالت ہی
اس وقت کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ ہمیں بے اختیار
ہنسی آگئی۔ اچھا اب کپڑے جلد پہنو۔ ہم اب ہیں
چائے پئیں گے"۔ جیک نے ہوٹل کے نوکر کو جس
کی وردی بڑی صاف تھی، حکم دیا کہ چائے اور
کیک لاؤ۔

اب دوپہر ڈھل چکی تھی۔ اور گرمی اب کم ہو رہی تھی
صحرا کی طرف سے ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔
سورج ڈوبتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ نوکر نے
تینوں کے سامنے ایک چھوٹی سی میز لگا دی۔
جب چائے آگئی تو جیک نے پیالیوں میں چائے
ڈالتے ہوئے کہا "ایک مہینے کے بعد میں والد

کے ساتھ اپنے وطن انگلستان چلا جاؤں گا"۔
اس کی یہ آرزو تھی کہ اس کے دوست احمد اور
عمر بھی کسی طرح انگلستان چلیں۔ اس لیے
دونوں بھائیوں سے اپنے دل کی یہ بات کہدی۔
احمد اور عمر اپنے باپ کے ساتھ دو سال انگلستان
رہ چکے تھے۔ ان کا باپ تجارت کی غرض سے
انگلستان گیا تھا۔
احمد نے جواب دیا۔ "بھائی! دل تو ہمارا بھی
چاہتا ہے کہ ہم پھر انگلستان جائیں اور اکٹھے
ہنسی آگئی۔ اچھا اب کپڑے جلد پہنو۔ ہم اب ہیں لیکن گرمی کے اس موسم میں شاید
وہاں نہ جا سکیں۔ ابا جان کو یہاں اس قدر زیادہ
کام ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ ہاں اگر
وہ خود انگلستان جانا چاہیں تو پھر ہم ان کے
ساتھ جا سکتے ہیں"۔
عمر نے کہا "جیک! کیا اچھا ہو اگر انگلستان
جانے سے پہلے تم ہمارے ساتھ صحرا کا ایک اور
چکر لگا لو۔ یہ دن بڑے مزے سے گزریں گے۔
عجب ہے کہ یہ سفر بھی ویسا ہی دلچسپ اور
لطف ثابت ہو جیسا کہ پہلا سفر تھا"۔

جیک نے جواب دیا: "میں اس سفر کو گئے تو بحیرۂ قلزم کے اس چکر سے کافی امداد
بھول سکتا ہوں جو ہم نے بحیرۂ قلزم کے ساحل کے گی۔ جیک ایک کتاب میں یہ واقعہ پڑھ چکا تھا
علاقے میں کیا۔ ہم اپنے اس سفر میں بڑے کامیاب کس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو فرعون کے
رہے اور ایسی چیزیں ہمارے دیکھنے میں آئیں ظلم سے بچایا۔ اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر
جن کا کتابوں میں کوئی ذکر نہیں۔ سفر میں آنے سینا میں لے گئے۔ جیک کے دل میں یہ
بیتی ہی سے ہمارا علم بڑھتا اور دماغ روشن ہوا ہوش پیدا ہوئی کہ جس راستے سے حضرت موسےٰ
ہے۔ عملی سبق تو یہی ہے کہ ہم سفر میں تکلیفیں تھے۔ اس کا پتہ لگایا جائے۔ عمر کے خیال میں
اٹھائیں جن کی بدولت ہمارا دل اس قدر مضبوط ہزار سال کے بعد حضرت موسیٰؑ کے راستے کا
اور حوصلہ اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ ہم کسی کہ لگانا ایک نہایت مشکل کام تھا مگر جیک کے
کو مشکل نہیں سمجھتے"۔ لد کے پاس ایک گائڈ بک یعنی راستہ بتانے والی

جیک کے اس جواب سے دونوں بھائی بڑی تاب تھی جس میں اس راستے کے علاوہ اس بات
خوش ہوئے۔ عمر نے کہا: "تو پھر ہمیں بحیرۂ قلزم بھی ذکر تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے کس جگہ پہاڑی
کے ساحلی علاقے کا چکر لگانے کے لیے تیار ہو ہر عصا مار کر پانی نکالا۔ اور دوسری چیزیں حاصل
چاہیئے۔ ہم وہیں نہائیں گے۔ میں سمندر کے کھاریں
پانی کو میٹھے پانی کی نسبت زیادہ پسند کرتا ہوں"۔ عمر نے اپنے بڑے بھائی احمد کی طرف دیکھا
دونوں بھائیوں کو امتحان کی تیاری کے لیے اپنی چائے کی پیالی ختم کر چکا تھا اور کہا کہ
مدرسے سے چھٹیاں مل چکی تھیں۔ احمد کو امتحان دہم نے سفر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لیکن
تیاری کا خاص طور پر خیال تھا۔ جیک نے راہیلے ابا جان سے تو پوچھ لیں۔
ظاہر کی کہ تاریخ اور جغرافیہ کا عملی سبق حاصل کن کی اجازت لینا ضروری ہے۔

گھر پہنچ کر رات کے وقت دونوں بھائیوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا۔ اور وقت پر امتحان میں شامل ہونے کا اطمینان دلایا۔ دونوں لڑکے چونکہ محنتی اور ذہین تھے۔ اس لیے باپ نے انہیں جیک کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ وہ جانتا تھا کہ جیک ایک ہوشیار اور نیک لڑکا ہے۔ اس کے ساتھ دونوں لڑکوں کا گھومنا اور آس پاس کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا بھی ایک عملی سبق ہے جو پکڑنا چاہتی تھی۔ مگر یہ کسی طرح بھاگ نکلا اور جیک کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ اس پولیس والوں کے ہاتھ نہ آیا۔ در اصل انجلو ایک باپ اسے احمد اور عمر کے ساتھ جانے کی بدمعاش تھا جو قاہرہ اور دوسرے شہروں سے چوری اجازت دے دیگا۔ اسے کوئی امتحان بھی نہیں کا مال لے کر صحرا کی کسی پہاڑی میں چھپا دیا کرتا دینا تھا۔ تھا۔ اس کام میں انجلو کے ساتھ کئی اور بدمعاش بھی شریک تھے۔ ان لوگوں نے پہاڑی علاقے میں کسی جگہ اپنا خفیہ اڈا بنا رکھا تھا۔ جہاں سب جمع رہتے تھے، جہاں جیک کی موٹر کار کھڑی تھی۔

دیکھا جو مصر کے بڑے مینار کی طرف پوری تیزی کے ساتھ جا رہی تھی۔

دوسرے دن تینوں دوست سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ ہوٹل کے پھاٹک سے نکل کر سڑک پر اس طرف چوں کہ سب کی نگاہیں کار کی طرف لگی ہوئی تھیں اس لیے انھوں نے کار میں بیٹھے ہوئے شخص کو بڑی آسانی سے پہچان لیا۔ یہ شخص ایک یونانی تھا جس کا نام انجلو تھا۔ جب جیک، احمد اور عمر پچھلی دفعہ قلزم کے ساحلی علاقے میں گئے تھے تو اس وقت اسی انجلو سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ پولیس اس شخص کو پکڑنا چاہتی تھی۔ مگر یہ کسی طرح بھاگ نکلا اور پولیس والوں کے ہاتھ نہ آیا۔ در اصل انجلو ایک بدمعاش تھا جو قاہرہ اور دوسرے شہروں سے چوری کا مال لے کر صحرا کی کسی پہاڑی میں چھپا دیا کرتا تھا۔ اس کام میں انجلو کے ساتھ کئی اور بدمعاش بھی شریک تھے۔ ان لوگوں نے پہاڑی علاقے میں کسی جگہ اپنا خفیہ اڈا بنا رکھا تھا۔ جہاں سب جمع ہو کر چوری کی تجویزیں سوچا کرتے تھے۔

اتنے میں احمد نے یکایک اپنے ساتھیوں سے احمد کے کہنے پر اس کے دونوں ساتھیوں نے آواز میں کہا۔ "پیچھے ہٹ جاؤ۔" تینوں وہیں ٹھہر انجلو کا پیچھا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ فوراً کار میں گئے۔ انھوں نے ایک کار کو پاس سے گزرتے بیٹھ گئے اور اس طرف چل دیئے جس طرف انجلو

کی کار فراٹے بھرتی ہوئی جا رہی تھی۔ چند لمحو
میں وہ قریب کی ایک چھوٹی سی پہاڑی کی چو
پر پہنچ گئے۔ وہاں سے وہ دائیں طرف مڑے او
چاروں طرف دیکھا۔ مگر انجلو نظر نہ آیا۔ سڑک رینا
کے پاس سے خم کھاتی ہوئی صحرا کی طرف جا
تھی۔ راستہ بڑا ناہموار تھا۔ لیکن اس کے باوجو
جیک کار کو اڑائے لیے جا رہا تھا۔ کار کے پیچھ
سفید مٹی کے بادل اٹھتے نظر آتے تھے۔ آخر و
ایک دوسری پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ جہا
ان کے سامنے وہ صحرا تھا جس کی کوئی حد نظ
نہ آتی تھی۔ یہاں انھوں نے پھر نگاہ دوڑائی او
کچھ دیر بعد دیکھا کہ ایک کار پوری تیزی کے
ساتھ ہوا کی طرح اڑی جا رہی ہے۔

عمر نے جیک سے کہا "اب آگے جانے کی
ضرورت نہیں۔ اگر انجلو کسی ایسی بستی میں ٹھہ
چاہتا ہے جو سڑک پر واقع ہے تو یہ بستی نیو
ہے اور اگر اس نے صحرا میں کسی جگہ پہنچنے
ٹھان لی ہے تو ہم اسے کسی صورت پکڑ نہیں سکیں
جب انجلو کی کار ہوٹل کے پاس سے گزری تھی

اتفاق سے احمد نے اس کا نمبر دیکھ لیا تھا۔ اس
نے اس خیال سے کہ کہیں یہ نمبر وہ بھول نہ جائے
اپنی پاکٹ بک میں نوٹ کر لیا۔ اسے اپنی اس
کارروائی پر بڑا اطمینان تھا۔ وہ جانتا تھا کہ
جب پولیس کو یہ نمبر بتایا جائے گا۔ تو اسے
بدمعاشوں کا کھوج لگانے میں مدد ملے گی۔

تینوں دوستوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی
کہ اب انھیں انجلو کے متعلق اپنی مہم کس طرح
جاری رکھنی چاہیے۔ جیک نے کہا "اب ہمیں بحیرۂ
قلزم کے ساحلی علاقے میں جانا پڑے گا۔ کیونکہ
انجلو چوری کا مال خفیہ طریقے سے اسی علاقہ میں
لے جاتا ہے۔" احمد نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ
اگر انجلو نے مال چھپانے والی جگہ بدل دی ہے
اور وہ مغربی صحرا کی طرف چلا گیا ہے تو اس کا
سراغ لگانے اور اسے پکڑنے کے لیے ہمیں یہیں
سے اس مہم پر جانا چاہیے۔" عمر نے جیک کی رائے
سے اتفاق کیا اور کہا کہ چور اور ڈاکو عام طور پر
اپنا اڈا نہیں چھوڑتے۔ یہ نہ سمجھو کہ چونکہ پولیس
انجلو کی تلاش میں ہے۔ اس لیے

وُہ اپنے موجُودہ اڈّے سے بھاگ جائے گا بلکہ وُہ جاتی ہے، اُس پر گارڈ موجُود رہتے ہیں اور
اپنی خیریت اِسی میں سمجھے گا کہ اِسی اڈّے میں جتنی کاریں اُن کے پاس سے گزرتی ہیں۔ وُہ
رُکا رہے "۔
اُن کا نمبر نوٹ کر لیتے ہیں۔ اگر انجلو کار میں

احمد اپنے بھائی عُمر کی بات پر ہنسا۔ اُس سڑک کے راستے سویز کی طرف گیا ہے تو ہمیں
نے کہا "عُمر! معلوم ہوتا ہے۔ تم نے سُراغرسانی لو ہیں پہنچنا چاہیے"۔ چنانچہ قاہرہ جانے کے لیے
کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں۔ اگر انجلو کی جگہ وہ کار میں بیٹھ گئے۔ یہاں سے قاہرہ کو جو سڑک
میں ہوتا اور پولیس میری تک میں ہوتی تو ہیں جاتی ہے۔ وہ بڑی صاف اور چوڑی ہے۔ راستے
بھی اپنی پُرانی جگہ فوراً چھوڑ دیتا"۔ عمر نے جواب میں دریائے نیل کو عبور کیا۔ جس پر بڑا مضبوط
دیا۔ "یہ تمھاری سب سے بڑی غلطی ہوتی۔ کیونکہ اور خوبصورت پُل بنا ہُوا ہے۔ پھر وہ الجزیرہ سے
تم بالکل وہی کرتے جو پولیس چاہتی"۔ احمد نے گزرتے ہوئے خدیو اسمٰعیل پُل کے راستے شہر کی
پھر اِس بات پر زور دیا کہ "اگر انجلو نے اپنا طرف روانہ ہوگئے۔ جب پولیس اسٹیشن پہنچے تو وہاں
موجُودہ جگہ نہیں چھوڑی تو ہمیں کچھ نہ کچھ فسُوں کے افسر سے ملے جو احمد اور عُمر کے باپ کا دوست
کرنا چاہیے "۔
تھا۔ اِس افسر نے لڑکوں کا بیان بڑی دلچسپی اور

تینوں نے یہی مُناسب خیال کیا کہ پہلے پولیس غور سے سُنا۔ اُس نے اِن کے بیان کو بالکل سچّا
کو یہ اِطلاع دی جائے کہ "جب ہم ہوٹل کے سمجھا کیونکہ پچھلی مرتبہ پولیس کو جو کامیابی انجلو
پھاٹک کے باہر سڑک پر قاہرہ جانے کے لیے کے چند ساتھیوں کو پکڑنے میں ہوئی تھی وہ انھیں لڑکوں
کھڑے تھے تو انجلو کار میں ہمارے پاس سے گزرا کی بدولت ہوئی تھی۔
کار پوری تیزی سے جا رہی تھی اور اُس کا نمبر عمر نے پولیس افسر کے سامنے اپنا یہ خیال
بھی ہم نے نوٹ کر لیا ہے۔ جو سڑک نہر سویز ظاہر کیا کہ انجلو کی ہیرا پھیری کا سلسلہ برابر جاری

ہے اور وہ ابھی تک اپنے کام سے باز نہیں آیا ہے
افسر نے جواب دیا "ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ چوری
کا مال لے جانے والے لوگ اپنے کام میں بڑے
اُستاد ہوتے ہیں۔ مَیں بہت جلد یہ معلوم کر لوں گا
کہ اِس نمبر کی کار سوئیز سے گزری ہے یا نہیں
سوئیز کی پولیس سے مجھے یہ اطلاع مل جائیگی"۔
لڑکوں کی اب یہ خواہش تھی کہ پولیس افسر
کو انجلو کے متعلق جو بات معلوم ہو وہ انھیں بتا
دی جائے۔ اُن کے دِل میں یہ شوق پیدا ہو گیا
تھا کہ اِس مُہم میں وُہ بھی پولیس والوں کے ساتھ
رہیں اور کچھ کر کے دکھائیں۔ پولیس افسر لڑکوں کا
مطلب سمجھ گیا اور احمد اور عمر سے وعدہ کیا کہ
مَیں تمھارے باپ سے تمھیں اِجازت لے دُوں گا۔
دُوسرے دِن جیک اپنے دونوں دوستوں کے گھر
پہنچا۔ اُسے اُمید تھی کہ اُنھیں اپنے باپ سے اِجازت
مل گئی ہوگی لیکن جب جیک نے اُن کے چہروں
پر نظر ڈالی تو وُہ اُداس دکھائی دیئے۔ احمد
نے جیک کو بتایا کہ جب اُنھوں نے پولیس کے ساتھ
جانے کے لیے اِجازت مانگی تو باپ نے کہا "تمھارا

امتحان بہت قریب ہے۔ مَیں تمھیں اِجازت نہیں دے
سکتا۔ کیا تم اِمتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہونا
نہیں چاہتے؟ پھر عمر نے جیک کو بتایا "ابّا
کہ اِس نمبر کی کار سوئیز سے گزری ہے یا نہیں
مجھے یہ اطلاع مل جائیگی"۔
لڑکوں کی اب یہ خواہش تھی کہ پولیس افسر
کو انجلو کے متعلق جو بات معلوم ہو وہ انھیں بتا
دی جائے۔ اُن کے دِل میں یہ شوق پیدا ہو گیا
تھا کہ اِس مُہم میں وُہ بھی پولیس والوں کے ساتھ
رہیں اور کچھ کر کے دکھائیں۔ پولیس افسر لڑکوں کا
مطلب سمجھ گیا اور احمد اور عمر سے وعدہ کیا کہ
مَیں تمھارے باپ سے تمھیں اِجازت لے دُوں گا۔
دُوسرے دِن جیک اپنے دونوں دوستوں کے گھر
پہنچا۔ اُسے اُمید تھی کہ اُنھیں اپنے باپ سے اِجازت
مل گئی ہوگی لیکن جب جیک نے اُن کے چہروں
پر نظر ڈالی تو وُہ اُداس دکھائی دیئے۔ احمد
نے جیک کو بتایا کہ جب اُنھوں نے پولیس کے ساتھ
جانے کے لیے اِجازت مانگی تو باپ نے کہا "تمھارا
امتحان بہت قریب ہے۔ مَیں تمھیں اِجازت نہیں دے
سکتا۔ کیا تم اِمتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہونا
نہیں چاہتے؟ پھر عمر نے جیک کو بتایا "ابّا
گشت لگا کر اِمتحان میں بیٹھیں گے تو ہمارا دماغ تازہ
ہوگا۔ اِس کے علاوہ اِس سفر میں ہمیں جغرافیے کا
عملی سبق حاصل کرنے کا موقع ملے گا"۔ لیکن ابا نے
ہماری بات نہ مانی۔
عمر نے اپنا مُنہ بسُور رکھا تھا اور اُس کا چہرہ
کچھ اِس طرح بن گیا تھا کہ جیک کو بے اختیار ہنسی
آگئی۔ اُس نے دونوں بھائیوں کو تسلی دی۔ ابھی
تینوں دوست باتیں کر ہی رہے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی
بجی۔ احمد فوراً ٹیلی فون پر پہنچا۔ اور جب اُس نے
ٹیلیفون پر بات کا جواب دیا تو عمر اور جیک اُس
کے چہرے کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔
احمد نے ٹیلی فون پر جواب دیا "ہاں! ہاں!
جیسا آپ فرماتے ہیں۔ مَیں ابّا سے کہتا ہوں۔ دیکھیے
وہ مانتے بھی ہیں یا نہیں" ٹیلی فون پر بات کرنے
والا پولیس افسر تھا۔ احمد نے اُس کی ہدایت کے مطابق

ٹیلی فون پر اپنے باپ سے اِس گفتگو کا ذکر کیا۔ باپ نے احمد سے کہا: "پولیس کو انجلو کی شناخت میں مدد دینا تمھارا فرض ہے۔ تم اُن کے ساتھ جا سکتے ہو!" احمد نے جب عمر اور جیک کو یہ خبر سُنائی تو وہ مارے خوشی کے ناچنے لگے ۔

پولیس افسر سے احمد کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ انجلو کی موٹر کار کل سویز سے گزری ہے۔ پولیس والے اور سڑک کے گارڈ اِس کار کا نمبر جانتے تھے انھیں اب پوری اُمید تھی کہ جب انجلو واپس آئے گا تو گرفتار کر لیا جائیگا۔ لڑکوں نے اُسی وقت سفر کے لیے تیاری شروع کر دی۔ سفری خیمہ کے علاوہ تینوں نے وہ تمام چیزیں جن کی سفر میں ضرورت پڑتی ہے، اپنے سامان میں رکھ لیں۔ جیک اپنی چیزیں لانے کے لیے گھر چلا گیا۔ بارہ بجے کا کھانا کھانے کے بعد تینوں نے سفر پر روانہ ہونے کے لیے پوری تیاری کر لی۔ تینوں تجربہ کار بوائے سکاؤٹ تھے۔ اِس لیے سفر کے ضروری سامان کے متعلق اُنھیں کسی قسم کی دُشواری پیش نہ آئی ۔

رسہ پھر کو اِن کی کار اُس سڑک پر پوری تیزی

کے ساتھ جا رہی تھی جو نہر کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ اس وقت سورج کی گرمی نہایت تیز تھی۔ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ تینوں دوستوں نے تیز دھوپ کی چمک سے بچنے کے لیے رنگدار عینکیں لگا رکھی تھیں۔ جس مہم پر وہ جا رہے تھے اُس نے اُن کے دلوں میں اس قدر جوش پیدا کر دیا تھا کہ سفر کی کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی۔ اِن کے دِل میں اِس خیال کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا کہ کسی طرح انجلو پکڑا جائے اور جب وہ کامیاب ہو کر قاہرہ پہنچیں تو اُن کے والدین اُن کے اِس کارنامے پر خوش ہوں ۔

Relax Library & Stationery Mart
1-F/II/7, Nazimabad,
KARACHI.

تعاقب

نہر سویز کے پاس سڑک پر پولیس کی ایک چو
ہے۔ جب کار، جسے جیک چلا رہا تھا چوکی کے قری
سڑک کے پھاٹک کے پاس پہنچی تو رُک گئی
پولیس کا ایک سپاہی کار کو دیکھ کر چوکی سے باہ
نکل آیا۔ اور اُس نے جیک کے لائسنس کی پڑتا
کی۔ سپاہی نے پولیس کے ایک افسر کو بُلایا۔ جس
نے فوراً لڑکوں کو پہچان لیا۔ لڑکے اُس افسر کو
دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ یہ وہی افسر تھا
جس نے اس سے پہلی مہم میں لڑکوں کو انجلو کے
ساتھیوں کے حملے سے بچایا تھا۔ لڑکے اِن نابکاروں
کا سُراغ لگانے اور انھیں پولیس کے حوالے کرنے
کے درپے تھے۔ اِسی لیے یہ چور لڑکوں کے
سخت دشمن ہو گئے تھے۔

پولیس افسر بھی اس اُمید میں چوکی کے اندر

بیٹھا ہوا تھا کہ انجلو اپنی موٹر کار میں واپس آنے
والا ہے۔ کیونکہ ایک گھنٹہ ہوا، اُسے یہ اطلاع مل
چکی تھی کہ وہ اپنی کار میں نہر سویز کی سڑک کے
راستے پولیس چوکی کے پاس سے گزر چکا ہے۔
پولیس افسر نے لڑکوں کو وہیں ٹھہرا لیا۔ تاکہ جب
انجلو واپس آئے تو وہ اُسے پہچان کر بتائیں کہ
یہی شخص انجلو ہے۔ کیونکہ پولیس افسر کو ابھی تک
انجلو کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ افسر کے کہنے
پر لڑکے بھی پولیس چوکی کے اندر بیٹھ گئے۔ اپنی
موٹر کار کو انھوں نے پولیس کی کار کے پیچھے
اس طرح کھڑا کر دیا کہ انجلو اُسے دیکھ نہ سکے۔
احمد نے پولیس افسر سے کہا "تعجب ہے کہ انجلو
سڑک پر کھلم کھلا اپنی موٹر کار میں آتا جاتا ہے۔
اور اُسے ڈر نہیں لگتا۔" پولیس افسر نے جواب دیا
کہ در اصل انجلو یہ سمجھتا ہے کہ تم نے اُسے دیکھا
ہی نہیں اور چونکہ وہ گزشتہ چند مہینوں سے نہر
سویز سے گزرتا اور پھر اپنے پہاڑی اڈے سے
واپس آتا رہا ہے اور پولیس کے کسی سپاہی نے
اُسے نہیں ٹوکا، اِس لیے اُس کے دل میں شبہ کیسے

پیدا ہو ؟

اس میں شک نہیں کہ جب انجلو کی نظر دو موٹر کاروں پر پڑے گی تو وہ یہ ضرور سمجھے گا کہ دال میں کچھ کالا ہے اور جب وہ پولیس افسر کے ساتھ تین لڑکوں کو بھی دیکھے گا تو اور زیادہ سٹپٹائے گا لیکن پولیس چوکی کے قریب کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں موٹر کاروں کو چھپا کر رکھا جاتا۔ چوکی صحرا میں واقع ہے۔ سڑک کے بائیں جانب ریلوے لائن ہے۔ اور اس کے پرے ایک میٹھے پانی کی نہر اور کچھ کھجوروں کے درخت ہیں نہر سویز پولیس چوکی سے تقریباً نصف میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

پولیس افسر اور لڑکوں کو زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک بڑی موٹر کار پولیس چوکی کے پھاٹک کے قریب آکر رک گئی۔ ایک پولیس مین اس کار کی طرف اس طرح بڑھا کہ گویا وہ اس کے ڈرائیور کے لائسنس کی پڑتال کرنے والا ہے۔ اس نے پولیس افسر کو بلایا۔ افسر نے احمد سے پوچھا کہ کیا یہی شخص انجلو ہے ؟ اور جب احمد نے جواب دیا۔ ہاں! تو پولیس افسر

انجلو کو گرفتار کرنے کے لیے اس کی گاڑی کے پاس گیا۔ لڑکے بھی اس کے پیچھے ہو لیے لیکن انجلو بھی بڑا کاریاں تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں۔ اس نے فوراً اپنی کار کو پیچھے کی طرف موڑنا شروع کر دیا۔ پولیس افسر نے انجلو کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے کہا۔ "تم اپنے آپ کو گرفتار سمجھو اور گاڑی سے نیچے اتر آؤ" لیکن انجلو نے پولیس افسر کے حکم کی کچھ پروا نہ کی اور چند قدم گاڑی پیچھے ہٹا کر پولیس مین پر پستول کا فائر کیا جس سے سپاہی زخمی ہو گیا۔

انجلو نے موٹر کار کی رفتار تیز کر دی اور وہ سڑک کے بائیں طرف مڑ کر ایک کچے راستے پر ہو لیا۔ جو ریلوے لائن کے پار جاتا ہے۔ پولیس افسر یہ رنگ دیکھ کر اپنی کار کی طرف دوڑا اور اس نے چلا کر کہا۔ "انجلو کا پیچھا کرو" تینوں لڑکے بھی اپنی کار لانے کے لیے دوڑے۔ اس وقت ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی تھا۔

انہوں نے کار اسٹارٹ کی ہی تھی کہ بدقسمتی سے ایک ٹرین بھی سویز کی طرف سے آ پہنچی۔ پولیس افسر

اور لڑکوں کو ٹرین کا بالکل خیال نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سڑک کے پار جانے کے لیے اُن کے پاس کوئی راستہ نہ رہا۔ پھر یہ ٹرین بھی مال گاڑی تھی جو بڑی لمبی تھی اور آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ پولیس افسر اپنی کار میں بیٹھا سخت جھلا رہا تھا۔ دوسری طرف انجلو اپنی کار اڑائے لئے جا رہا تھا۔ مگر اِس مجبوری اور بے بسی کے باوجود پولیس افسر کے اوسان خطا نہ ہوئے۔ اُس نے زخمی پولیس مین کو جو درد کی وجہ سے کراہ رہا تھا، حکم دیا کہ نہر سویز کی دُخانی کشتی کے افسر کو فون کر دو کہ انجلو کو روک لیا جائے۔

جب مال گاڑی گزر گئی تو پولیس افسر اور اُس کے نو عمر ساتھیوں کی موٹر کاریں لائن کے پار ہو گئیں۔ اُنھوں نے بڑی دُور سے اُڑتی ہوئی گرد کا ایک بادل دیکھا۔ اُنھوں نے کچے راستے پر جو ناہموار تھا، اپنی کاروں کی رفتار کو اِتنا تیز کر دیا کہ ہر وقت اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں کاریں اُلٹ نہ جائیں۔ مگر انجلو کو پکڑنے کی دُھن میں یہ خطرہ اُن کے دِلوں سے نکل چکا تھا۔ انجلو کی کار

کھجوروں کے جھنڈ میں غائب ہو گئی اور میٹھے پانی والی نہر کے پار چلی گئی۔ جیک کے لیے یہ بڑا مشکل کام تھا کہ اپنی کار کو پولیس کی موٹر کار سے پیچھے نہ رہنے دے۔ اگر احمد اور عمر ایسی حالت میں اپنے سامنے کی نشستوں کے پچھلے حصّے کو ہاتھوں سے مضبوط نہ پکڑے رکھتے تو وہ یقیناً کار سے نیچے گر پڑتے۔ آخر یہ بھی کھجوروں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ یہاں سے راستہ نہر سویز کی طرف جاتا ہے۔ پولیس افسر اور لڑکے بہت جلد نہر کے کنارے اُس جگہ ٹھہر گئے۔ جہاں ایک فیری اسٹیشن ہے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئے کہ ایک چھوٹے سے انجن والی کشتی نہر کے پار جا رہی ہے۔ اور تقریباً آدھا فاصلہ طے کر چکی ہے۔ انجلو کی کار اِس کشتی پر ہے اور وہ خود کشتی چلا رہا ہے۔ نہر کے کنارے محکمۂ پُلیس کا ایک عُہدے دار مرا پڑا ہے اور اُس کے سر سے خون بہ رہا ہے۔ پولیس افسر نے اپنے پستول سے کشتی کی طرف کئی فائر کیے لیکن انجلو کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

اُسی وقت جیک کی نظر ایک چھوٹی سی کشتی پر

پڑی جو نہر کے کنارے ایک مضبوط رسّے سے بندھی ہوئی تھی۔ اُس نے پولیس افسر اور اپنے دُوسرے ساتھیوں سے چلّا کر کہا: "آؤ اِس کشتی میں بیٹھ کر نہر کے پار چلیں۔" پولیس افسر نے جھک کر اُسے سمجھایا کہ اگر تم نے نہر کے پار جانے کی کوشش کی تو وہ خبیث پستول سے تمھارا کام تمام کر دے گا۔ تم دیکھتے نہیں ہو، اُس نے محمود آفندی کو گولی مار دی، جس نے انجلو کو روکنے کی کوشش کی ہوگی۔ لعنت ہے اُس مال گاڑی پر جس کی وجہ سے ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔

عمر اور احمد بھی حیران و پریشان کھڑے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ عمر نے نہر کی طرف دیکھ کر پولیس افسر سے کہا: "وہ دیکھیے انجلو کی مدد کے لیے ایک جہاز آ رہا ہے۔" سب کی نگاہیں اُس جہاز کی طرف لگ گئیں۔ یہ ایک بہت بڑا جہاز تھا جو آہستہ آہستہ اُن کی طرف آ رہا تھا۔ احمد نے اِس موقع پر یہ رائے دی کہ جس طرح بھی ہو سکے، ہمیں نہر کے پار جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ورنہ اِس بدمعاش انجلو کو ہم نہیں پکڑ سکیں گے۔ پولیس افسر

نے جب اپنا پستول دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خالی ہو گیا ہے اور سب کارتوس چل چکے ہیں۔ وہ دُوسرے ساتھیوں سے چلّا کر کہا: "آؤ اِس کشتی میں بیٹھ کر نہر کے پار چلیں۔" پولیس افسر نے جھک کر اُسے سمجھایا کہ اگر تم نے نہر کے پار جانے کی کوشش کی تو وہ خبیث پستول سے تمھارا کام تمام کر دے گا۔ تم دیکھتے نہیں ہو، اُس نے محمود آفندی کو گولی مار دی، جس نے انجلو کو روکنے کی کوشش کی ہوگی۔ لعنت ہے اُس مال گاڑی پر جس کی وجہ سے ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔

عمر اور احمد بھی حیران و پریشان کھڑے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ عمر نے نہر کی طرف دیکھ کر پولیس افسر سے کہا: "وہ دیکھیے انجلو کی مدد کے لیے ایک جہاز آ رہا ہے۔" سب کی نگاہیں اُس جہاز کی طرف لگ گئیں۔ یہ ایک بہت بڑا جہاز تھا جو آہستہ آہستہ اُن کی طرف آ رہا تھا۔ احمد نے اِس موقع پر یہ رائے دی کہ جس طرح بھی ہو سکے، ہمیں نہر کے پار جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ورنہ اِس بدمعاش انجلو کو ہم نہیں پکڑ سکیں گے۔ پولیس افسر جنگی خانہ کی طرف دوڑا۔ تاکہ نہر کے مشرقی کنارے والے تھانوں کو فون سے یہ اطلاع دی جائے کہ اُن کے سپاہی انجلو کا خیال رکھیں اور اُسے گرفتار کر لیں۔

اتنے میں جھک اور اُس کے دونوں ساتھیوں نے کشتی کا رسّہ کھول دیا اور اُس میں سوار ہو گئے۔ اُنھوں نے پُوری طاقت کے ساتھ چپوؤں سے کشتی کو چلانا شروع کیا۔ تاکہ جہاز کے پہنچنے سے پہلے نہر کے پار چلے جائیں۔ لیکن اُن کا اندازہ غلط نکلا۔ جہاز اُن کے قریب پہنچ گیا اور اُس نے خطرے کی سیٹی دینی شروع کر دی۔ پولیس افسر بھی جنگی کے دفتر سے باہر آ چکا تھا۔ اس نے جب یہ حالت دیکھی کہ کشتی کے سوار خطرے میں ہیں۔ تو بڑے زور سے چلّانے لگا: "واپس آ جاؤ! واپس آ جاؤ!" لیکن پولیس افسر کی آوازیں یا تو لڑکوں کے کانوں تک نہ پہنچیں یا اُنھوں نے پار جانے کی دُھن میں اِن آوازوں پر کوئی توجہ نہ کی۔

کشتی کے صرف دو چپّو تھے۔ ایک بُجیک کے بعد زبردست لہریں اُٹھیں تو کشتی ایک تنکے کی
ہاتھ میں تھا اور دُوسرا احمد کے ہاتھ میں۔ پتوار کبھی لہر کے ساتھ اُوپر جاتی اور کبھی نیچے۔
عمر کے ہاتھ میں تھا۔ اُس وقت اُن کے لیے زندگی جہاز کے مُسافروں نے خوشی کے نعرے لگائے کہ
اور موت کا سوال تھا۔ کیونکہ وہ جہاز کی زد پر شتی خطرے سے نکل گئی۔ لیکن جہاز کا کپتان کشتی
تھے۔ جہاز برابر خطرے کی سیٹی دیتا رہا۔ جہاز کی یہ حالت دیکھ کر غُصّے سے چلا رہا تھا۔ اُس
ملّاح اور مُسافر بڑی بے تابی سے کشتی کی طرف جب پولیس کے سپاہیوں کو نہر کے کنارے کھڑا
دیکھ رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنی نظریں کشتی چلاتے دیکھا تو لڑکوں کی نسبت خیال کیا کہ یہ مجرم ہیں
والے لڑکوں کی طرف جما رکھی تھیں۔ وہ بھی پہلو قانون سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہ جہاز پاکستان
رہے تھے۔ "بچّو! بچّو!! شاباش جلدی چلاؤ" کپتان کہہ رہا تھا۔
نے جہاز کی رفتار کو مدھم کر دیا۔ لڑکے کشتی کو جب لڑکے نہر کے کنارے پہنچ گئے تو تھکان
تیز لے جانے کے لیے اِس زور سے چپّو چلا رہے بے حال ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے انجلو کو اپنی
تھے کہ وہ پسینے سے شرابور ہو گئے۔ عُمر کا چہرہ میں بیٹھا دیکھا۔ لڑکوں کو دیکھ کر انجلو نے
نڈر پڑ گیا۔ مگر اُس کی ہمّت اور استقلال میں فائر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اُسے ڈر تھا کہ
فرق نہ آیا۔ اُن کے نزدیک جہاز ایک سیاہ رنگ کر اُس نے اِن پر گولی چلائی تو وہ بھی گولی کا
والا خوفناک دیو تھا جو اُنھیں کشتی سمیت نگل جانا جواب گولی سے دیں گے۔ اِس لیے اُس نے اپنی
چاہتا تھا۔ جہاز کے مُسافروں کو یہ ڈر تھا کہ کہیں یہ بات میں سمجھی کہ یہاں سے فوراً چل
کشتی جہاز سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ دیکھتے دیکھتے اُن کی نظروں سے
اور لڑکے ڈُوب نہ جائیں۔ آخر کشتی جہاز کے پہنچنا غائب ہو گیا۔ یہ انجلو کی خوش قسمتی تھی کہ جس جگہ
سے پہلے نکل گئی۔ لیکن جب جہاز کے گزر جانے لڑکے کشتی سے اُتر کر نہر کے کنارے پہنچے، وہاں

نہ کوئی مُستقل پہرے دار تھا نہ پُولیس کی چوکی تھی
سخت محنت اور تکان کے باوجود لڑکے اب فیر
میں بیٹھ گئے۔ جیک کی تھوڑی سی کوشش سے انجن
چلنے لگا اور وہ چند منٹ میں پھر پُولیس افسر
کے پاس واپس پہنچ گئے۔ افسر نے لڑکوں کو شاباش
دی کہ انھوں نے خطرے میں پڑ کر انجلو کا پیچھا
کیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا "اگر تمھاری کشتی جہاز
سے ٹکرا کر ڈوب جاتی یا انجلو تم سب کو گولی کا
نشانہ بنا دیتا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوتی۔" احمد
نے جواب دیا۔ "جو کچھ ہم نے کیا، آپ اُس کے ذمہ دار
کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ ہم آپ سے پوچھے بغیر
چلے گئے تھے۔ آپ نے تو ہمیں جانے سے منع کر
دیا تھا"۔

گو پُولیس افسر اور لڑکے انجلو کو پکڑ نہ سکے
اور وہ اُن کے ہاتھ سے اس طرح نکل گیا جس طرح
تیر کمان سے نکلتا ہے۔ لیکن انھوں نے اُس کا کھوج
لگانے اور اُسے عدالت کے سپرد کرنے کا پُورا ارادہ
کر لیا۔ عمر نے افسوس ظاہر کیا کہ اگر مال گاڑی
ہمارا راستہ نہ روکتی تو انجلو کو بھاگ جانے کا موقع

کبھی نہ ملتا اگر ہمارے امتحان میں یہ مضمون
آجائے کہ کلوں کے اِس زمانے میں ہمیں کسی
کسی طرح ضرور نقصان اُٹھانا پڑتا ہے تو مال گاڑی
کا واقعہ بطور مثال کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیک
نے جواب دیا کہ اگر مشینری نے انجلو کو بھاگ جانے
میں مدد دی ہے تو وہ مشینری ہی کے ذریعے سے
بھی جا سکتا ہے۔ اِس پر پولیس افسر جو فیری
انجن چلا رہا تھا بولا۔ "اگر انجلو ایک دفعہ صحرا میں
داخل ہو گیا تو پھر کوئی مشین ہمارے کام نہیں
آسکتی۔ صحرا کی اِن ویران پہاڑیوں میں جانے
اوّل تو کوئی راستہ نہیں، اور اگر ہے تو ہمیں
معلوم نہیں کہ کدھر جاتا ہے؟ راستہ جانتا ہے
یہی شیطان انجلو۔"

اِتنے میں فیری نہر کے مشرقی کنارے پر پہنچ گئی
موٹر کاریں فیری سے نکال لی گئیں۔ جن میں لڑکے
اور پولیس افسر سوار ہو گئے۔ نہر کے راستے پر جا
کیچڑ تھی۔ کچھ دُور جا کر انھیں ایک چھوٹا سا راستہ
نظر آیا۔ اور وہ یہ دیکھنے کے لیے ٹھہر گئے کہ انجلو
اِس راستے سے تو نہیں گیا۔ عمر نے راستے کو غور

سے دیکھا اور اسے موٹر کار کے ٹائر کا نشان نظر
آیا۔ اِس نشان سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ
ٹائر "گڈ ایئر" کا بنا ہوا

ہے۔ اُس نے یہ نشان اپنے
ساتھیوں کو دکھایا۔ اور یہ
رائے ظاہر کی کہ انجلو جنوب
کی طرف گیا ہے۔ پولیس
افسر ٹائر کا نشان دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ جیک
نے ہنس کر کہا کہ عمر ایک ہوشیار لڑکا ہے۔ جو
کھوج لگانے کا فن جانتا ہے۔ اگر یہ اِس فن میں
ترقی کرتا رہا تو وہ کسی دن خفیہ پولیس کا اعلےٰ افسر
بن جائے گا۔ پولیس افسر پہلے یہ سمجھا کہ عمر کے
دوست اُس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ مگر وہ بھی
مان گیا کہ عمر میں کسی مجرم کے سُراغ لگانے کی
قابلیت خاص طور پر پائی جاتی ہے۔ پولیس افسر کو
بھی یہ نہ سوجھی کہ وہ ٹائر کا نشان دیکھے اور بتائے
کہ یہ گڈ ایئر کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے۔

پولیس افسر اور لڑکے اِس راستے سے روانہ
ہونے ہی والے تھے کہ نہری علاقے کا ایک پہرہ دار

جو سفید رنگ کی ایک خوبصورت اُونٹنی پر سوار تھ
اُن کے پاس سے گزرا۔ پولیس افسر کو پہرے دا
سے معلوم ہوا کہ جو سڑک الشّط کی طرف جاتی ہے
اُس پر ایک موٹر کار بڑی تیزی سے جا رہی تھی۔
الشّط میں پہرہ داروں کی چوکی ہے اور وہاں ٹیلیفون
بھی ہے۔ پولیس افسر نے چوکی والوں کو ٹیلی فون
سے اطلاع دے دی تھی کہ انجلو وہاں سے گزرے
تو اُسے روک لیں۔ اُسے یقین تھا کہ وہ شام سے
پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔ اِن کے بائیں طرف نہر تھی
اور دائیں طرف صحرا جس میں پہاڑیوں کا سلسلہ صاف
دکھائی دیتا تھا۔ الشّط پہنچنے سے ذرا پہلے پیچھا کرنے
والی پارٹی کو مابیگرومی کی جھونپڑیاں اور ساحلی علاقے
کے پہرے داروں کے خیمے نظر آئے۔ یہاں سے ایک
اور راستہ مشرق کی طرف نکلتا تھا۔ پارٹی یہاں ٹھہر
گئی۔ عُمر نے پھر راستے کو غور سے دیکھا اور پولیس
افسر کو بتایا کہ انجلو مشرق کی طرف گیا ہے، جیسا
کہ ریتلی سڑک پر ٹائروں کے نشانوں سے ظاہر ہوتا
ہے۔ پولیس افسر نے کہا کہ یہ سڑک فلسطین اور
پردان کی طرف جاتی ہے۔ یہاں سے پولیس کی

قریب ترین چوکی غزل یا بیئر حسانہ ہے جو ستر یا
اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ انجلو کے لیے
سب راستے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ جہاں چاہے جا سکتا
ہے۔

لڑکے یہی چاہتے تھے کہ انجلو کا پیچھا کیا جائے۔
لیکن یہ علاقہ پولیس افسر کے ماتحت نہیں تھا۔ یہاں
سرحدی پولیس کی عملداری تھی اور وہی انجلو کے خلاف
کارروائی کر سکتی تھی۔ پولیس افسر نے لڑکوں سے کہہ
دیا کہ "میں صرف الشّط تک جاؤں گا اور وہاں کی پولیس
کو اطلاع دے دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم تینوں
میرے ساتھ واپس چلو۔" جونہی پولیس افسر الشّط کی
طرف روانہ ہوا، تینوں لڑکے ایک دوسرے کا منہ
تکنے لگے اور پھر ہنسے، کیونکہ اِن سب کو معلوم تھا
کہ اُن کے پاس بہت تھوڑا پٹرول ہے۔ پٹرول کے
بغیر وہ کس طرح واپس جا سکتے تھے۔

احمد اپنے دونوں ساتھیوں سے زیادہ متین اور
سنجیدہ تھا۔ اُسے اپنے امتحان کا بڑا خیال تھا۔ تینوں
میں آخر یہی قرار پایا کہ رات کیمپ میں گزاریں
اور کل رات تک قاہرہ واپس چلے جائیں۔ اُس وقت

اندھیرا بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ تاروں کی چمک بہ
بہت مدھم تھی۔ لڑکے الشط سے پولیس افسر کے
آنے کا انتظار کر سکتے تھے، لیکن جب پولیس افسر
نے انھیں بلایا اور اُسے کوئی جواب نہ ملا تو اُس
نے یہ سمجھ لیا کہ لڑکے نہر کی فیری تک پہنچنے کے لیے
واپس چلے گئے ہیں۔ وہ اپنی کار میں نہر کی طرف
روانہ ہو گیا ۔

لڑکوں کو اِس بات کا افسوس تھا کہ وہ پولیس
افسر کے کہنے پر اُس کے ساتھ واپس نہ چلے گئے
وہ الشط جا کر کچھ پٹرول لے آئے اور جو سڑک
فلسطین کی طرف جاتی ہے۔ اُس کے ساتھ ساتھ مشرق
کی جانب روانہ ہو گئے۔ ایک طرف نہر سویز، قاہرہ کی
کی خوشی اور آرام کا سب سامان، دوسری طرف سب
کا مشہور صحرا اور خوفناک اندھیرا۔ مگر بہادر لڑکوں
نے واپس جانے کے بجائے آگے جانا پسند کیا ۔

کھوج

جب یہ واقعات پیش آئے تو اس
وقت نئی سڑک جو صحرا میں سے گزرتی ہوئی فلسطین
کو جاتی ہے تیار نہیں ہوئی تھی۔ پرانی سڑک
دراصل ایک کچا راستہ تھا۔ اِس راستے میں جہاں کہیں
ریت زیادہ ہوتی، وہاں تار کا جال بچھا دیا جاتا۔
تاکہ کار کے پہیے ریت میں دھنس نہ جائیں۔ اِس
لیے ڈرائیور کو اِس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا
پڑتا تھا کہ کار سڑک کے درمیان رہے۔ لیکن
اندھیرے میں احتیاط کے باوجود یہ خطرہ رہتا کہ کہیں
کار سڑک کے کنارے سے نیچے نہ اُتر جائے۔ ایک
دفعہ سڑک کے موڑ پر لڑکوں کی کار سڑک کے
کنارے سے نیچے چلی گئی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
انھیں کار کو سڑک پر لانے کے لیے پندرہ منٹ
تک اپنا خون پسینہ ایک کرنا پڑا۔ اِس موڑ

سے درّۂ ہلتا تک پہاڑیوں پر چڑھائی شروع

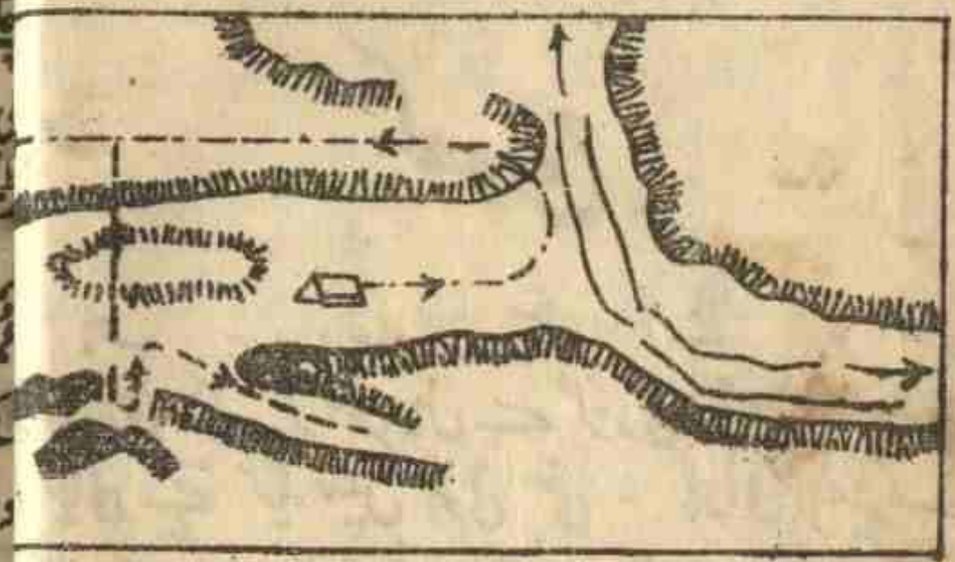

ہوتی ہے۔

جب لڑکے اِس درّے کی چوٹی پر پہنچے
اُنھوں نے وہیں خیمہ لگانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن را
کی ہوا اِتنی سرد تھی کہ وہ اُس کی تاب نہ لا سکے
اُنھوں نے پہاڑی کے نیچے وادی میں ایک خشکدو بیٹھ گیا۔ مگر اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جیک
جگہ پر اپنا ڈیرہ جما دیا۔ دِن بھر کے سفر اور تکا
کی وجہ سے لڑکوں کو خوب بھوک لگی ہوئی تھی
عمر نے دیکھتے دیکھتے گیس کے چولھے پر ناشتہ تیا
کر لیا۔ اِس ویرانے میں جہاں کھانے کو کوئی چیز
نہیں مل سکتی تھی، جو چیزیں عمر نے پکائیں

یات لذیذ اور مزے دار معلوم ہوئیں۔ بادل اُڑ
ے تھے۔ صاف و شفاف آسمان پر تارے ہیروں
طرح چمک رہے تھے۔ رات بالکل سُنسان تھی۔
کے بڑی دھیمی آواز میں ایک دُوسرے سے باتیں
رہے تھے کہ دفعتہً سب نے بولنا بند کر دیا۔
مر نے آہستہ سے کہا۔ "کوئی شخص ہماری طرف آ رہا
ہے"۔ جیک نے اپنی جیب سے برقی لیمپ نکالا۔
ور روشنی کا رُخ اُس طرف کر دیا جہاں سے آنے
الے شخص کے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ جب وہ
زدیک آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک غریب بدّو
ہے۔

بدّو نے سلام علیکم کہا۔ احمد نے بڑے اخلاق
سے جواب دیا "وعلیکم السّلام"۔ اور کہا۔ "تشریف رکھیے!"
اُنھوں نے پہاڑی کے نیچے وادی میں ایک خشکدو بیٹھ گیا۔ مگر اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جیک
جگہ پر اپنا ڈیرہ جما دیا۔ دِن بھر کے سفر اور تکا
کی وجہ سے لڑکوں کو خوب بھوک لگی ہوئی تھی
عمر نے دیکھتے دیکھتے گیس کے چولھے پر ناشتہ تیا
کر لیا۔ اِس ویرانے میں جہاں کھانے کو کوئی چیز
نہیں مل سکتی تھی، جو چیزیں عمر نے پکائیں
بدّو نے پہاڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اُس
نے جیک سے دریافت کیا "اور آپ کہاں رہتے ہیں؟"
جیک نے جھٹ جواب دیا۔ "ہم نے یہیں ڈیرہ جما
رکھا ہے۔ مصر میں ہمیں کوئی کام نہیں ملا۔ اب ہم

فلسطین جائیں گے اور وہیں اپنی قسمت آزمائیں گے
چند منٹوں کے بعد بدّو اُٹھا اور خدا حافظ کہہ
کر چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی عمر نے احمد اور جیک
سے کہا "ہمیں اِس شخص کے پیچھے پیچھے جانا چاہیے
وہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ تم نے شاید نہیں
دیکھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اُس نے لباس کے
نیچے کوئی چیز چھپا رکھی ہے اور یہ پستول کے
اور کیا ہو سکتی ہے؟"

جیک بولا "مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ
کہ تم نے مصر میں کام نہ ملنے اور فلسطین جا کر
کام تلاش کرنے کی بات کیوں بنائی؟ بدّو کو چکمہ
دینے سے تمھارا کیا مقصد ہے؟ عمر نے جواب د
"اگر بدّو کا دل صاف ہے تو پھر جو بات میں
بنائی اُس کے کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگ
وہ کسی بُری نیت سے یہ معلوم کرنے کے لیے آ
ہے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ تو
میں اُسے صحیح بات کیوں بتاتا؟"

تینوں لڑکے بدّو کی طرف دیکھتے رہے اور
جب اُنھیں یقین ہو گیا کہ وہ ذرا دُور نکل گیا ہے

تو اُنھوں نے خیمہ سے نکل کر اُس کے پیروں کے نشان
پر چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دُور جا کر عمر نے اپنے
ساتھیوں سے کہا "بدّو ہرگز سڑک پر نہیں گیا۔
وہ پہاڑی کی طرف مُڑ گیا ہے۔" جس راستے سے
وہ جا رہے تھے، وہ پہاڑی کا ڈھلان تھا۔ ذرا آگے
چل کر راستے کا رُخ بدل گیا۔ لڑکے اب اچھی طرح
سمجھ گئے کہ بدّو جس راستے سے آیا تھا اُسی راستے
واپس گیا۔ اِس بات کا اُس نے خیال رکھا کہ لڑکوں
کے کیمپ سے کچھ دُور ہی رہے۔ لڑکے اندھیرے
میں چلتے رہے۔ تاریکی اِس قدر زیادہ تھی کہ اُنھیں
ہر لحظہ اِس بات کا ڈر تھا کہ کہیں وہ بھٹک نہ جائیں
اور اپنے خیمے میں نہ پہنچ سکیں۔ عمر نے احمد اور جیک
کو یہ مشورہ دیا کہ جس راستے سے وہ آئے ہیں، اُسی
راستے واپس جائیں۔ ورنہ وہ اپنے ڈیرے میں نہیں
پہنچ سکیں گے۔ جیک اور احمد نے یہ بات نہ مانی۔
انھوں نے عمر سے کہا کہ "اگر ہم اِسی راستے سے
واپس جائیں جس سے آئے ہیں، تو ہمیں زیادہ فاصلہ
طے کرنا پڑے گا۔ کیوں نہ ہم چند منٹوں تک اور
چلیں! پھر اِس پہاڑی کے نیچے اُتر کر سیدھے اپنے

ڈیرے میں پہنچ جائیں"۔

تینوں پہاڑی کی ڈھلان سے نیچے اُترے اُ جائیں گے، ساری رات اس ویرانے میں بھٹکتے رہیں گے کا خیال تھا کہ پہاڑی سے نیچے اُتر کر انھیں ہموار اور ہمیں اپنا خیمہ نہیں ملے گا۔" لیکن انسان کی یہ عادت زمین ملے گی۔ جہاں وُہ آسانی کے ساتھ اپنے خیمے ہے کہ وہ عام طور پر اپنی غلطی نہیں مانتا۔ جیک میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن اُن کا یہ خیال غلط نکلا اور احمد کا اب بھی یہی خیال تھا کہ پہاڑی سے نیچے پہاڑی کے ساتھ اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ عمر اُتر کر انھیں وادی میں ضرور کوئی نہ کوئی ایسا راستہ اپنے ساتھیوں سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔" میں جانتا ہوں جائے گا، جہاں سے وُہ اپنے ڈیرے تک پہنچ جائینگے تھا کہ ہم راستہ بھول جائیں گے اور اپنے ڈیرے پر نہیں وُہ عمر سے کچھ دُور چلے گئے۔ عمر وہیں ٹھہر گیا اور پہنچ سکیں گے۔" لیکن احمد اور جیک پھر بھی اپنی باتوں نے اُسی راستے پر واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ پر اڑے رہے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ تھوڑی دُور اور آگے جس سے وُہ آیا تھا۔ عمر سے اُس کے ساتھی بہت جاکر اُنھیں کوئی نہ کوئی پگڈنڈی ایسی مل جائے گی جلد بچھڑ گئے۔ اور وُہ آخر اُس جگہ پہنچ گیا جہاں جو اُنھیں خیمے تک پہنچا دے گی۔ اُنھوں نے پہاڑی نے بدّو کے پیروں کے نشان دیکھے تھے۔ اُس پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر چونکہ واپس جاتے ہوئے کئی دفعہ اپنے ساتھیوں کو تک پہنچنے کی بجائے وہ اندھیرے میں ایسی جگہ پہنچ آوازیں دیں۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ عمر ایک سو گئے جہاں اُنھوں نے اپنے سامنے چٹان کی ایک بڑ قدم جانے کے بعد اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ جہاں دیوار دیکھی۔ اب اُنھیں اس بات کا پورا یقین ہوگیا کی کار کھڑی تھی۔ عمر کو اُمید تھی کہ احمد اور کہ وہ صحیح راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ جیک بھی خیمے میں پہنچ گئے ہوں گے۔ مگر وہ وہاں

عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔" تم نے میری بات کو موجود نہ تھے۔ عمر کو افسوس ہوا کہ اس کے ساتھیوں نہ مان کر غلطی کی۔ اب ذرا عقل سے کام لو۔ جب تم نے اُس کی بات نہ مانی۔ وہ اُس وقت اندھیرے میں

ہم پھر اُسی راستے سے، جس سے آئے تھے واپس نہیں

خیمے کے اندر اکیلا تھا۔ تنہائی اور خاموشی کی وجہ سے وہ آخر دن چڑھنے کے آثار نظر آئے۔ وہ اُسی وقت اُس بہت پریشان تھا۔ اُس نے لیمپ جلا کر خیمے کے باہر پہاڑی کی طرف نکل گیا جس کا سلسلہ وادی کے کنارے رکھ دیا تاکہ اُس کے ساتھی روشنی دیکھ اپنے ڈیرے کنارے جاتا تھا۔ پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر اُس نے میں پہنچ جائیں۔ عمر کی بے چینی بڑھتی گئی۔ وہ اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اس پہاڑی کے چاروں ساتھیوں کو آوازیں دیتا اور سیٹی بجاتا رہا۔ جب دوسری پہاڑیوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا مایوس ہو گیا تو اِس خیال سے اُس کے رونگٹے کھڑے سلسلہ اِس طرح پھیلا ہوا ہے کہ رات تو رات دن کے ہو گئے کہ وہ گم ہو گئے ہیں۔ اُسے اُمید تھی کہ جب وقت بھی یہ مسافر کے لیے اچھی خاصی بھول بھلیاں اُنھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ راستہ کھو بیٹھے ہیں تو ہیں۔ جن میں آدمی اگر ایک دفعہ داخل ہو جائے تو پھر اُن میں اِتنی سمجھ ہو گی کہ سورج نکلنے تک وہیں وہاں سے نکلنا آسان کام نہیں۔ دن کی روشنی اور تازہ بیٹھے رہیں۔ عمر فرش پر لیٹ گیا اور ایک کمبل لپیٹ لیا ہوا سے عمر کے دل میں اُمنگ پیدا ہو گئی اور مایوسی کیونکہ اِس وقت اُسے سردی لگ رہی تھی۔ لیکن اپنے اور نا اُمیدی کا اثر جاتا رہا۔ اب اُس نے ایک ہوشیار ساتھیوں کے بچھڑ جانے کے غم میں اُسے نیند کیسے آتی! سُراغ رساں کی طرح اُن کا سُراغ لگانا شروع کیا۔ خبر نہیں وہ کتنی مرتبہ خیمے کے دروازے تک یہ دیکھنے تھوڑی سی محنت اور تلاش کے بعد اُن کے پیروں کے لیے گیا کہ ابھی دن چڑھا ہے یا نہیں۔ ہر مرتبہ کے نشان مل گئے جو گزشتہ رات راستے پر تینوں اُس نے جیک اور احمد کو پکارا۔ لیکن سُنسان اور کے چلنے سے پڑ گئے تھے۔ نرم ریت پر ان نشانوں تاریک رات میں اِس پکار کا جواب کامل خاموشی تھا۔ کی وجہ سے عمر کا کام آسان ہو گیا۔ اور وہ بہت جس میں کپکپا دینے والی سردی کی ملاوٹ تھی۔ جلد اُس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ رات کی تاریکی میں

جس طرح لمبی سے لمبی سڑک میں بھی کہیں نہ کہیں اپنا خیمہ ڈھونڈنے کے لیے پہاڑی سے نیچے اُترے موڑ پایا جاتا ہے، اِسی طرح عمر کو لمبی رات کے موڑ تھے۔ خیمے سے یہ جگہ کافی دور تھی۔ پھر وہ اُس جگہ

پہنچ گیا، بہاں جَیک اور احمد اُس سے بچھڑ گئے تھے۔ یہاں سے اِن دونوں کے پَیروں کے نشان مل گئے۔ اَور اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ کیوں راستے سے بھٹک گئے جس طرف اُنھیں جانا چاہئے تھا، اُس سے وُہ بہُت دُور آگے چلے گئے۔ وہ اندھیرے میں اپنے خیمے کے پاس سے اُس وقت گزرے جب عمر وہاں پہنچا ہی نہیں تھا۔ وہ ایک پہاڑی پر چڑھ کر ایک چھوٹی سی وادی میں پہنچ گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب عُمر نے جیک اَور احمد کو آوازیں دیں تو پہاڑی کی آڑ کی وجہ سے عُمر کی آواز اِن دونوں کے کان تک نہ پہنچ سکی۔ عُمر اِن کے پَیروں کے نشان پر ایک موڑ سے چند سَو گز کے فاصلے پر گیا ہو گا کہ اُس نے دیکھا کہ دو آدمی اُس کی طرف آ رہے ہیں۔ اُس نے اپنے بھائی اور جَیک کو اُن کے لِباس سے فوراً پہچان لیا۔ خُوشی کے مارے وُہ اِس زور سے چلّایا کہ پہاڑیوں میں اُس کی آواز گُونج اُٹھی۔ تینوں ایک دُوسرے کی طرف دَوڑے اَور ہاتھ مِلانے کے بعد ہنسنے لگے۔ جَیک نے کہا: "اَب مَیں توبہ کرتا ہُوں۔ آئندہ مَیں عُمر کی بات ماننے سے کبھی اِنکار نہیں

کرُوں گا۔ کیونکہ وُہ ایک ہُشیار سُراغ رساں ہے۔ اُس وقت بھی ہم اُسی مشورہ پر چل رہے تھے جو عُمر نے ہمیں رات کو دیا تھا۔

احمد بولا: "ہم نے سردی میں جس طرح یہ رات کاٹی ہے، وُہ خُدا ہی جانتا ہے۔" عُمر نے کہا: "جب آدمی اکیلا ہو اَور اندھیرا ہو تو صحرا اُس کا دُشمن ہو جاتا ہے اَور اُس سے ڈر لگتا ہے"۔ تینوں تھوڑی دیر کے بعد اپنے خیمے میں پہنچ گئے۔ سب کو بھُوک لگ رہی تھی۔ عُمر نے اُسی وقت چائے تیار کی۔ ڈبل روٹی اور مکھن نے اُس وقت بڑا لُطف دِیا۔ گرم چائے کے پینے سے اُن کی تکان جاتی رہی اَور وُہ پھر تازہ دم ہو گئے۔ ابھی وُہ چائے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اُن کے سامنے پہاڑی پر سے تین فائروں کی آواز ایک ایک کر کے آئی۔ لڑکے سمجھ گئے کہ یہ فائر اُن کے خیمے کی طرف کیے گئے ہیں۔ وہ چوکنے ہو گئے اَور بڑی اِحتیاط کے ساتھ خیمے سے نکل کر پہاڑی پر رینگتے ہُوئے چڑھے۔ تاکہ اُنھیں کوئی دیکھ نہ سکے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُن کی کار کے نزدیک ایک اَور کار کھڑی ہے اَور چار آدمی اُس میں بیٹھے ہیں۔

احمد نے دھیمی آواز میں کہا۔" یہ انجلو کی کا
ہے اور اِس پر کوئی اور رنگ چڑھا ہُوا ہے
لڑکوں نے دیکھ لیا کہ انجلو کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہے
تینوں زمین پر لیٹ گئے کیونکہ انجلو دُوربین سے
چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اُنھوں نے اپنے سر اُس
وقت تک نہ اُٹھائے جب تک کہ اُنھیں کار کے
انجن کی آواز نہ سُنائی دی اور اُس وقت تک کا
کی طرف دیکھتے رہے جب تک کہ وُہ اُن کی نظروں
سے غائب نہیں ہوگئی۔ اِتنا اُنھیں معلوم ہو گیا کہ
کار پہلے ٹرک کی طرف گئی اور وہاں سے نہر سویز
کی طرف غائب ہوگئی۔ اِس کے بعد لڑکے اپنے خیمے
کی طرف دَوڑے۔ انجلو اور اُس کے ساتھیوں نے خیمے
کے اندر کی چیزوں کو دیکھ کر اِدھر اُدھر پھینک دیا
لیکن شکر ہے کہ کوئی چیز گُم نہ تھی۔ لڑکوں نے جب
چیزوں کو اِس حالت میں دیکھا تو احمد کی نظر خیمے
کے ایک سُوراخ پر پڑی جو بندُوق کی گولی سے ہوا
تھا۔ کمبل میں بھی اِسی گولی کا سُوراخ تھا۔ یہ لڑکوں
کی خُوش قسمتی تھی کہ جس وقت بندُوق کا فائر ہُوا
وُہ خیمے کے اندر نہیں تھے۔ اگر وُہ خیمے کے اند

ہوتے تو گولی اپنا کام کر جاتی۔ لڑکوں نے کہا "یہ
خبیث ایک خطرناک اور بدمعاش شخص ہے۔ ہمیں اِس
کا پیچھا کرنا چاہیئے اور پولیس کو اطلاع دینی چاہیئے۔
یہ اب کے جانے نہ پائے" اُنھوں نے اُسی وقت
اپنا سامان باندھا اور اُسے کار میں رکھ کر روانہ
ہوگئے۔ اُنھیں یہ دیکھ کر اطمینان ہُوا کہ کار ٹھیک
حالت میں ہے۔ اگر انجلو کار کو بیکار کر جاتا تو
اُنھیں بڑی مُشکل پیش آتی۔ عُمر نے پنیر اور
روٹی جیب میں ڈال لی اور وُہ چلتی کار میں
ناشتہ کرتے گئے۔ جیک کار کو پُوری تیزی کے ساتھ
چلاتا رہا۔ وہ بہت جلد درّے تک پہنچ گئے۔ درّے
کی چوٹی پر اُنھوں نے مغرب کی طرف نگاہ دَوڑائی۔
یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر نہر سویز تھی۔
سمندر کے چمکتے ہُوئے پانی میں دُور ایک جہاز کا
دُھواں نظر آ رہا تھا۔

جیک نے تقریباً دس میل کے فاصلے پر نقطے
کی طرح ایک ہلتی ہُوئی شکل دیکھی۔ اُس کے ساتھیوں
نے کہا "ہمیں انجلو کو پکڑنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔
لیکن اِس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اُس کے

پاس دُوربین ہے اور بندوق بھی۔ کیوں نہ ہم ذرا
انتظار کریں اور دیکھیں کہ وہ فیری کی طرف واپس
جاتا ہے یا نہیں۔" وہ ٹھہر گئے اور جب بیس منٹ
گزر گئے تو انھوں نے دیکھا کہ انجلو کی کار جنوب
کی طرف مڑ گئی ہے۔ وہ پھر روانہ ہو گئے اور
آخر نہر پر پہنچ گئے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں سے
وہ پولیس افسر سے اجازت لیے بغیر کشتی میں سوار
ہوئے تھے۔ اب وہ اس سوچ میں پڑ گئے کہ فیری
کے شمال کی طرف جائیں اور پولیس کو خبر دیں یا
انجلو کا پیچھا کریں۔ انھوں نے یہی مناسب سمجھا
کہ پہلے الشط جائیں اور وہاں چوکی والوں کو اطلاع
دے دیں کہ انجلو کا خیال رکھیں اور جب وہ گزرے
تو اسے روک لیں۔ اُن کا ارادہ تھا کہ اس کام سے
نمٹ کر وہ قاہرہ واپس چلے جائیں۔

جب وہ الشط کی چوکی پر پہنچے تو معلوم
ہوا کہ انجلو اپنی کار میں پوری تیزی کے
ساتھ وہاں سے گزرا۔ ایک پہرے دار نے
اسے روکنے کی کوشش کی۔ انجلو نے اس پر فائر
کیا۔ گولی پہرے دار کی ٹانگ میں لگی اور اب وہ

اپنی چھولداری کے اندر اس انتظار میں تھا کہ
اسے شفاخانے پہنچایا جائے۔ چوکی والے اس وقت
غصے اور جوش کی حالت میں تھے۔ اگر انجلو ان کے
ہتھے چڑھ جاتا تو وہ اسے مار مار کر ادھ موا
کر دیتے۔ پولیس کی جو کار ان کے پاس تھی، اس
کی مرمت ہو رہی تھی۔ ان کے پاس صرف اونٹ
تھے۔ تین آدمی اونٹوں پر اس کا پیچھا کرنے کے
لیے روانہ ہو گئے۔ مگر تیز سے تیز چلنے والے اونٹ
بھی کار کی گرد تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ سرحدی پولیس
کے افسر نے انجلو کو گرفتار کرنے کے لیے لڑکوں
سے کار مانگی اور کہا کہ "سوئز کی پولیس تمھیں
ایک گھنٹے کے اندر واپس لے جائے گی۔ معاملہ اس
قدر اہم ہے کہ میں یہاں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"
احمد نے افسر کو بتانا چاہا کہ وہ کیوں قاہرہ واپس
جانا چاہتے ہیں لیکن افسر نے ان کی ایک نہ سنی۔
احمد اور اس کے ساتھی بھی جانتے تھے کہ ان کی
محنت صرف اسی صورت میں ٹھکانے لگ سکتی ہے
کہ انجلو خبیث پکڑا جائے۔ اس لیے احمد چپ ہو گیا۔
افسر نے پھر لڑکوں سے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ تم

بدّو موسٰی کے چشموں والی جگہ پر رہتے ہیں، وُہ اُس بد معاش کو روک لیں گے۔ لیکن یہ بھی ڈر ہے کہ اگر اُس نے روکنے والے بدّو پر گولی چلا دی تو دُوسرے بدّو اُس پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

پولیس کی چوکی سے موسٰی کے چشمے پانچ یا چھ میل کے فاصلے پر تھے۔ پُولیس افسر نے لڑکوں سے کہا "کار سے اپنا سامان نکال لو۔" لیکن لڑکے بھی پُولیس افسر کے ساتھ جانے پر تیّار ہو گئے۔ کیونکہ وہ اپنی کار چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ افسر کے ساتھ تین سپاہی بھی تھے، جن کے پاس رائفلیں تھیں۔ یہ سب کار میں بیٹھ گئے۔ کار کا ڈرائیور چیک تھا۔ اُنھیں اپنے سامنے کھجوروں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے، جن سے اِس بات کا پتا چلتا تھا کہ چشمے اِس جگہ واقع ہیں۔

خوفناک گروہ

جب پُولیس افسر اور لڑکے چشموں کے قریب پہنچے تو اُنھوں نے گولی چلنے اور اُس کے بعد چیخ پکار کی آواز سُنی۔ پھر اُنھوں نے دیکھا کہ ایک اُونٹ اُن کی طرف بھاگا آ رہا ہے اور اُس پر کوئی سوار نہیں ہے۔ افسر نے چیک سے کہا: "کار فوراً روک لو۔" افسر کے ہاتھ میں پستول تھا۔ افسر اور اُس کے آدمی درختوں کی طرف دوڑے۔ لڑکے بھی اُن کے پیچھے تھے۔ چوکی کے تین سپاہیوں نے ریت کی بوریوں کا مورچہ بنا لیا۔ جس کی آڑ میں لیٹے ہوئے اُنھوں نے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ کچھ بدّو اُن کو مدد دے رہے تھے۔ دشمن کی طرف سے بھی گولیاں چل رہی تھیں۔ لڑکے اِن گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر لیٹ گئے۔ پُولیس افسر کو ایک سپاہی سے معلوم ہُوا کہ انجلو نے پولیس والوں کو پھانسنے اور

اُن پر حملہ کرنے کے لیے پہلے ہی سے انتظام کر رکھا تھا۔ ایک بدّو نے پولیس افسر کو بتایا کہ انجلو کے ساتھ اِس جگہ ایک درجن ایسے آدمی ہیں جو بندوقوں اور دُوسرے ہتھیاروں سے اچھی طرح مسلح ہیں۔ بدّوؤں کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اپنے خیموں کے اندر ہی رہیں اور اپنے آپ کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ لیکن اُن میں جو دلیر اور نڈر تھے اُنھوں نے پولیس کے اُن سپاہیوں کو جو الشط سے اُونٹوں پر آگئے تھے، بتا دیا کہ دُشمن کے آدمی یہاں موجود ہیں۔

پولیس افسر کی مدد کے لیے چھ سپاہیوں کے علاوہ پانچ بدّو بھی تھے۔ جیک، احمد اور عمر بھی بندوق چلانا جانتے تھے کیونکہ پچھلی مہم میں وہ بندوق چلانے کی مشق کر چکے تھے۔ اُس وقت افسر کی نظر اتفاق سے ریت کے مورچے کے پیچھے ایک سپاہی پر پڑی۔ جو اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ پاس جا کر دیکھا تو وہ دشمن کی گولی سے مر چکا تھا۔ جیک نے مرے ہوئے سپاہی کی بندوق اُٹھا لی اور اُس کی جگہ لے لی۔ کار میں دو بندوقیں پڑی ہوئی تھیں جو

سپاہی اپنے ساتھ لائے تھے۔ دُشمن کی طرف سے پولیس افسر کے آدمیوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ لیکن احمد اور عمر نے گولیوں کے چلنے کی ذرا پروا نہ کی اور وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے کار کی طرف گئے اور بندوقیں لے کر اپنے مورچے میں چلے آئے۔ دُشمن ایسی جگہ چھپا ہوا تھا جہاں اُس پر حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ عمر نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر دو یا تین آدمی بائیں طرف درختوں کے جھنڈ تک پہنچ جائیں تو دُشمن گولیوں کی زد میں آ سکتا ہے۔ پولیس افسر کو یہ تجویز پسند آئی لیکن اِس تجویز پر صرف اُسی صورت میں عمل ہو سکتا تھا کہ بیس قدم آگے بڑھ کر حملہ کیا جائے۔ لیکن چونکہ یہ جگہ کھلی تھی اور وہاں کوئی درخت نہ تھا، اس لیے آگے بڑھنے میں بڑا خطرہ تھا۔ تینوں لڑکے آگے بڑھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پولیس افسر نے اُنھیں یہ ہدایت کی کہ جب تک حکم نہ دیا جائے، وہ آگے نہ بڑھیں۔ پولیس افسر کا منشا یہ تھا کہ پہلے دشمن پر گولیوں کا مینہ برسایا جائے تاکہ اُس کی توجہ لڑکوں کی طرف نہ رہے۔ اِس

تجویز کے مطابق بڈوؤں اور پولیس کے سپاہیوں نے دشمن کے آدمیوں پر بڑی سرگرمی کے ساتھ گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ تینوں لڑکے پوری تیزی کے ساتھ پندرہ گز تک آگے بڑھ گئے۔ انجلو کے آدمیوں کو آخر معلوم ہو گیا کہ لڑکے کیوں آگے بڑھے ہیں۔ انھوں نے گولیاں چلا کر انھیں آگے بڑھنے سے روکنا چاہا لیکن جب اس غرض سے دشمن کے ایک آدمی نے فائر کرنے کے لیے اپنا سر اٹھایا تو پولیس کے ایک سپاہی نے فوراً اس پر گولی چلائی جو اس آدمی کے سر میں لگی۔ وہ اسی وقت تیور کر گر پڑا۔ اب لڑکوں کو گھنے درختوں کی آڑ میں لیٹنے کا موقع مل گیا۔ پولیس کے سپاہیوں نے جب یہ دیکھا کہ لڑکے درختوں کی آڑ میں ہیں تو انھوں نے دشمن پر بے تحاشا گولیاں چلانی بند کر دیں۔ لیکن جب انجلو کے آدمی لڑکوں پر گولیاں چلانے لگے تو سپاہیوں نے بھی ایسی تیزی اور سرگرمی کے ساتھ گولیاں چلانی شروع کیں کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ دشمن نے اپنی حالت خطرناک دیکھ کر بچاؤ کے لیے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ اب لڑکوں کو پوری تیزی

کے ساتھ دشمنوں پر فائر کرنے کا موقع مل گیا۔ پولیس افسر بھی بڈوؤں کو لے کر آگے بڑھے اور جھاڑیوں کے تنوں تک پہنچ گئے۔ مگر انجلو کے آدمیوں نے بھی اچھی جگہ اپنا مورچہ قائم کر لیا تھا۔ پولیس افسر اور انجلو کے لیے یہ لڑائی اب شطرنج کا کھیل بن گئی تھی۔ دونوں بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی اپنی چالیں چل رہے تھے۔ ابھی پورے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون جیتے گا یا کون ہارے گا۔ جیک نے لڑائی کا رنگ دیکھ کر یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ پولیس کے سپاہیوں کو ایسی حالت میں پیچھے ہٹنا اور الشط سے مدد کا انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر جیک اور دونوں بھائی برابر دشمن پر گولیاں چلاتے رہے پھر بھی پولیس افسر اور اس کے سپاہیوں کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ وہ دشمن کو شکست دینے کے لیے کوئی نیا قدم اٹھانے والے ہی تھے کہ بدقسمتی سے پولیس افسر کے سر میں ایک گولی لگی۔ وہ گر پڑا اور اسی وقت ٹھنڈا ہو گیا۔ سپاہیوں کو اب کوئی حکم دینے والا نہیں رہا تھا۔ ان میں سے کچھ زخمی ہو گئے اور کچھ مر گئے تھے۔ پولیس افسر

کے مرنے کا سپاہیوں پر اتنا اثر ہوا کہ انھوں
نے غصّے میں آکر دشمن سے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا۔
وہ نعرے لگاتے ہوئے سیدھے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔
نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہلاک ہو گئے اور جو پیچھے تک
پہنچے، وہ قید کر لیے گئے۔

انجلو کے آدمیوں کو ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ
میدان اُن کے ہاتھ رہے گا۔ انھوں نے اپنی اس فتح
سے فائدہ اٹھایا اور اُن بدوؤں کو بھی جو
بھاگ رہے تھے پکڑ لیا۔ اب صرف جیک، احمد اور
عمر باقی رہ گئے تھے۔ عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
"ہم دشمن کے سامنے آسانی سے ہتھیار نہیں ڈالینگے
جو آدمی ہماری طرف بڑھیں گے، ہم انھیں مار کے
مریں گے۔" اگر عمر کی جگہ کوئی اور کمزور دل لڑکا ہوتا
تو اُس کے منہ سے ایسے لفظ نہ نکلتے جن میں بہادری
اور دلیری پائی جاتی ہے۔ بہادر آدمی وہی ہوتا ہے
جو خطرے کی حالت میں بھی نہیں گھبراتا۔ دشمن نے
لڑکوں کی طرف دو تین فائر کیے مگر انھوں نے ذرا
پروا نہ کی۔ اس کے بعد وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے
کہ دشمن کے ایک آدمی کے ہاتھ میں بندوق کی جگہ

سفید کپڑا تھا۔ جسے وہ ہلا رہا تھا۔ یہ اس بات کی
نشانی تھی کہ لڑائی بند ہو جانی چاہیے۔ عمر نے اپنے
ساتھیوں سے کہا "ہمیں اس موقع پر بڑی احتیاط سے
کام لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمیں دھوکا دے کر
اپنے پاس بلائے اور پھر ہمارا کام تمام کر دے۔"
مگر جیک نے جھٹ اپنی سفید قمیص کا ایک حصّہ پھاڑ
کر دشمن کی طرف اشارہ کیا۔ دشمن کے آدمی نے
چلا کر کہا "یہاں چلے آؤ۔ ہم تمھیں قید کر لیں گے۔"
احمد نے جواب دیا "تم خود آؤ اور ہمیں اپنے ساتھ
لے جاؤ۔" آخر انجلو خود لڑکوں کے پاس آیا اور
اُن سے کہا "دیکھو احمق مت بنو اب تم کچھ نہیں
کر سکتے۔ اگر تم بھاگنے کی کوشش نہ کرو تو تمھیں
کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تم سے کام لینا
چاہتا ہوں۔"

لڑکے ایک چالاک اور زبردست دشمن کا کیسے
مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر مقابلہ کیا
تو دشمن انھیں گولی سے اڑا دے گا۔ اس لیے مجبور
ہو کر انھوں نے انجلو کی بات مان لی۔ اور اُس
سے کہا "اچھا ہمارے پاس اپنا کوئی آدمی بھیج دو۔

جس کے پاس ہتھیار نہ ہو۔ ہم اپنے آپ کو اُس
کے حوالے کر دیں گے ۔

انجلو نے اپنے ایک آدمی کو بغیر ہتھیار کے لڑکو
کے پاس جانے کا حکم دیا۔ یہ آدمی جانا نہیں چاہتا
تھا۔ کیونکہ اُسے اپنی جان کا ڈر تھا۔ لیکن جب انجلو
نے اُسے پستول دکھایا تو وہ لڑکوں کی طرف جانے پر
تیار ہو گیا۔ اُسے ہر قدم پر یہی خطرہ تھا کہ اُسے لڑکے
آسانی کے ساتھ گولی کا نشانہ بنا دیں گے۔ وہ بڑا
بُزدِل اور بے رحم تھا۔ اُس نے لڑکوں کو بھی اپنی
طرح سمجھ رکھا تھا۔ جب وہ لڑکوں کے پاس پہنچا تو
اُنھوں نے اپنی بندوقیں نیچے رکھ دیں۔ اور اُس
کے ساتھ ہو لیے۔ جب وہ انجلو کے قریب آئے تو
اُن کے دل دھڑک رہے تھے۔ کیونکہ اُنھیں انجلو پر
کوئی بھروسہ نہ تھا۔ انجلو نے اپنے آدمیوں کو حکم
دیا کہ لڑکوں کے ہاتھ کمر کے پیچھے رسّیوں سے باند
دئے جائیں۔ جب اِس حکم کی تعمیل ہو گئی تو پھر اُس
نے حکم دیا کہ پولیس کے سپاہیوں کو کھجور کے درختوں
سے اچھی طرح باندھ دیا جائے۔ کیونکہ انجلو کو اِن
آدمیوں کی ضرورت نہ تھی لیکن لڑکوں کی نسبت

سمجھتا تھا کہ وہ اُس کے کام آئیں گے۔ وہ لڑکوں
کو یرغمال کے طور پر رکھنا چاہتا تھا۔ اُس نے درخت
کے ساتھ بندھے ہوئے سپاہیوں سے کہا "اگر
پولیس کا کوئی سپاہی یا تم میں سے کوئی شخص میرے
پیچھے آیا تو یاد رکھو، یہ لڑکے ایک ایک کر کے
جان سے مار دئے جائیں گے۔ سمجھے؟ جب تمھارے
دوست تمھاری رسّیاں کھولنے کو آئیں تو اُن سے یہ
بات کہہ دینا"۔

اِس کے بعد انجلو نے اپنی جماعت کو
روانہ ہونے کا حکم دیا۔ لڑکے بھی اِن کے ساتھ تھے۔
جب یہ جماعت سمندر کے ساحل پر پہنچی تو سب
ایک موٹر سے چلنے والی بڑی کشتی میں سوار ہو گئے۔
یہ کشتی بڑی تیزی کے ساتھ پانی کو چیرتی ہوئی کھلے
سمندر میں پہنچ گئی۔ کھجوروں کے درخت غائب ہو گئے
اب اِن کے سامنے پانی ہی پانی تھا۔

Relax Library & Stationery Mart
1-F/II/7, Nazimabad
KARACHI.

ڈاکوؤں کی قید میں

ہوا بند تھی ——— اور سمندر

پانی ساکن معلوم ہوتا تھا۔ لیکن لڑکوں کو بڑی تکلیف
تھی۔ کیونکہ اُن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ وہ ایک اُداسی دکھائی دیتی تھی۔ اُسے دوسرے آدمیوں کی طرح
دُوسرے سے بول بھی نہیں سکتے تھے۔ انجلو نے بھی ہنسی نہیں آتی تھی جس سے بے رحمی پائی جاتی
سختی سے اُنھیں ڈانٹ دیا تھا کہ باتیں نہ کریں۔ تھے۔ وُہ اکثر خاموش رہتا اور جب بات کرتا تو بڑی
لڑکے کچھ دیر کچھ سوچ رہے تھے۔ احمد کو اپنے امتحان کی آواز میں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وُہ
کا خیال تھا اور اسے یہ فکر تھی کہ وُہ کس طرح فضول بات مُنہ سے نہیں نکالنا چاہتا۔ ایک دفعہ
پہنچے گا اور وقت پر امتحان میں شریک ہو سکے۔ جب عمر اُس کی طرف دیکھ رہا تھا تو اُس نے بھی
جیک بدمعاشوں کی اِس ٹولی سے بھاگ نکلنے کی تجویز کو اِس انداز سے دیکھا جیسے دونوں کے درمیان ایک
سوچ رہا تھا۔ مگر اِن حالات میں اُسے کوئی اُمید کا تعلق ہے۔ یہ تعلق ایک پیغام تھا۔ جس سے
تھی کہ اُس کی یہ خواہش جلد ہی پوری ہو جائے۔ دوسرے آدمی بالکل بے خبر رہے اور نہ اُنھیں کوئی
عمر کی توجہ کسی اور طرف تھی۔ وُہ غور سے یہ دیکھ گزرا۔ پھر اُس نے اپنا سر پھیر لیا اور عمر کی
تھا کہ کشتی کے سوار کس طبیعت کے آدمی ہیں۔ ت نہ دیکھا۔ مگر عمر حیران تھا کہ اِس آدمی نے
وُہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ان با کیوں ایک خاص انداز سے دیکھا اور اُس کے

سے معلوم ہو اُن سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی
جائے۔

انجلو کے آدمی سوائے ایک کے سب اکھڑ اور
ر تیز تھے۔ یہ آدمی اپنے دُوسرے ساتھیوں سے نرالا
معلوم ہوتا تھا۔ اس کی جوانی ڈھل چکی تھی۔
کور چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس نے اپنی
ندگی میں خود بھی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اُس کی آنکھوں
بھی اُداسی دکھائی دیتی تھی۔ اُسے دوسرے آدمیوں کی طرح
ہنسی نہیں آتی تھی جس سے بے رحمی پائی جاتی
تھے۔ وُہ اکثر خاموش رہتا اور جب بات کرتا تو بڑی
آواز میں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وُہ
فضول بات مُنہ سے نہیں نکالنا چاہتا۔ ایک دفعہ
جب عمر اُس کی طرف دیکھ رہا تھا تو اُس نے بھی
کو اِس انداز سے دیکھا جیسے دونوں کے درمیان ایک
یہ تعلق ایک پیغام تھا۔ جس سے
دوسرے آدمی بالکل بے خبر رہے اور نہ اُنھیں کوئی
پھر اُس نے اپنا سر پھیر لیا اور عمر کی
غور سے یہ دیکھا۔ مگر عمر حیران تھا کہ اِس آدمی نے
اس طرح کیوں ایک خاص انداز سے دیکھا اور اُس کے

اس طرح دیکھنے یا پیغام دینے کا کیا منشا تھا۔
کشتی تین گھنٹے تک چلتی رہی اور اس دوران
میں کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ دفعتہً ایک آدمی نے
انجلو کو اپنی انگلی سے ایک چھوٹے سے جہاز کی
طرف توجہ دلائی۔ جس سے دھواں نکل رہا تھا۔
انجلو نے اپنی دوربین سے اس سٹیمر کو غور سے
دیکھا اور پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کشتی کا رُخ
صحرائے سینا کی طرف پھیر دیا جائے۔ جب ایک آدمی
نے دریافت کیا کہ یہ کس قسم کی کشتی ہے۔ تو انجلو
نے جواب دیا کہ یہ جنگی کشتی ہے۔ جو بڑی تیزی
سے آ رہی ہے۔ یہ کشتی مصری گورنمنٹ کی ہے اور
ساحل کی حفاظت کا فرض انجام دے رہی ہے
اگر ہم اپنی کشتی کو تیز لے جائیں تو جنگی کشتی والے
یہ نہیں دیکھ سکیں گے کہ ہماری کشتی پر کس قسم
کے لوگ ہیں۔ اس پر ایک اور آدمی جس کی پیٹھ
میں ایک بہت بڑا چاقو تھا بولا "اگر جنگی کشتی ہمارے
قریب پہنچ بھی گئی تو کیا ہمارے پاس برغمال
(تینوں لڑکے) نہیں ہیں؟"
انجلو نے جواب دیا "احمق آدمی! جب تو پ

منہ ہماری کشتی کی طرف ہوگا تو ہم یہ برغمال
پیش کر کے اپنی جانیں نہیں بچا سکتے۔ اس لیے
جس قدر جلدی ہو سکے، ہمیں ساحل تک پہنچ
جانا چاہیئے۔ ہم ابو زنیمہ سے گزر چکے ہیں اور
اب صحرا ہمارے سامنے ہے۔ جیک، احمد اور عمر
تینوں کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ انجلو کے
لیے اپنے ساتھیوں پر حکم چلانا اور ان پر قابو
پانا آسان کام نہیں ہے۔ کشتی اب سیدھی ساحل کی
طرف جا رہی تھی۔ ساحل کے اس حصے پر اونچے
اونچے پہاڑ تھے، جس کی چٹانوں پر کوئی درخت
یا سبز جھاڑی نظر نہیں آتی تھی۔
ایک آدمی نے چلا کر کہا "سمندر کا یہ حصہ
کشتی کے لیے بڑا خطرناک ہے۔ کیونکہ اس کے
اندر جا بجا مونگے کی چٹانیں موجود ہیں۔ لاؤ میں
کشتی کو ساحل تک لے جاؤں"۔ انجلو نے جواب
دیا "احمق کے بچے میں جانتا ہوں۔ دُبیں ٹھہرو۔
جہاں تم کھڑے ہو"۔
انجلو نے ایک چٹان سے بچنے کے لیے کشتی کا
رُخ دفعتہً اس طرح پھیرا کہ کچھ آدمی اور تینوں

لڑکے ایک طرف گر گئے۔ سمندر کے صاف سبز پانی
کے نیچے مونگے کی سفید چٹانیں عجیب و غریب شکلوں
میں بل کھاتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ چمکیلے رنگ کی
مچھلیاں بڑی تیزی کے ساتھ اِدھر اُدھر دَوڑ رہی
تھیں۔ اِتنے میں کشتی کا اگلا حِصّہ یکایک اُونچا
ہو گیا۔ انجلو ملّاح تو تھا نہیں کہ کشتی کو مونگے
کی اِن چٹانوں میں سے صحیح سلامت ساحل تک
لے جاتا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ کشتی کے تمام آدمی ایک
دفعہ پھر نیچے گر پڑے اور کشتی مونگے کی ایک
چٹان پر چڑھ گئی۔ اِس حادثے سے سب کو اپنی
جان کے لالے پڑ گئے۔ چار آدمی سمندر میں
کُود پڑے اور ساحل تک پہنچنے کے لیے اُنھوں
نے تیرنا شروع کر دیا۔ جو آدمی تیرنا نہیں جانتے
تھے، اُنھوں نے دبی آواز میں انجلو پر لعنت بھیجی
اور اُس سے کہا کہ کشتی کو کسی طرح چٹان سے ہٹا لیا
جائے۔ اُداس چہرے والے آدمی نے آہستہ سے کہا
"کشتی تباہ ہو گئی ہے اور اُس میں ایک طرف سوراخ
ہو گیا ہے۔ اگر تم نے کشتی کو چٹان سے ہٹانے کی
کوشش کی تو وہ فوراً ڈُوب جائے گی"۔

ایک لمبے تڑنگے سیاہ فام آدمی نے انجلو سے چلّا
کر کہا: "تم پہلے اِس رسّے سے تیر کر ساحل تک
پہنچو۔ اور پھر ہمیں کھینچ لے جاؤ"۔ قد آور ہونے
کے باوجود ڈر کے مارے اُس شخص کے اَوسان خطا
ہو رہے تھے۔ انجلو نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا
کہ پہلے یہ لڑکے سمندر میں پھینک دیے جائیں۔
ابھی لڑکے سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ دو تین
آدمیوں نے اُنھیں کشتی سے سمندر میں اِس طرح پھینکا
جس طرح کوڑا کرکٹ پھینک دیا جاتا ہے۔ اُس وقت
لڑکوں کی حالت بڑی خطرناک تھی۔ کیونکہ تینوں ایک
دُوسرے سے بندھے ہُوئے تھے اور اُن کے لیے
تیرنا ناممکن تھا۔ اگر اُن میں سے ایک بھی اپنی جان
بچانے کے لیے ہاتھ پیر مارتا۔ تو سب ڈُوب جاتے۔
لیکن جیک نے ایسے نازک وقت میں اپنے ساتھیوں
کا یہ کہہ کر حوصلہ بڑھا دیا: "گھبراؤ نہیں۔ اور
جہاں تک ہو سکے تیرنے کی کوشش کرو"۔ چونکہ تینوں
سکاؤٹ تھے۔ جنھیں خطرہ کے وقت سوچ سمجھ کر
قدم اُٹھانے کی تعلیم دی گئی تھی، اِس لیے تینوں
بہت جلد سنبھل گئے۔ وہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح

ساحل تک پہنچ جائیں۔ اُن کے قریب ہی پانی میں سے اُداس چہرے والا آدمی نکلا۔ اُس کے مُنہ میں چاقو تھا جس سے اُس نے وہ رسّی کاٹ ڈالی جس سے لڑکے بندھے ہُوئے تھے۔ چاروں نے ساحل تک پہنچنے کے لیے فوراً تیرنا شروع کر دیا۔

جب تینوں لڑکے اور اُداس چہرے والا آدمی ساحل پر پہنچ گئے تو اُنھوں نے تباہ شُدہ کشتی سے چیخنے اور چلّانے کی آوازیں سُنیں۔ ابھی تک کشتی میں کئی آدمی مَوجُود تھے لیکن کشتی میں پانی بڑی تیزی کے ساتھ داخل ہو رہا تھا اور وہ اب چٹان سے سرکنے والی تھی۔ انجلو سمندر میں کُود کر تیر رہا تھا لیکن اُس کے پاس کوئی رسّی نہ تھی۔ اُسے اپنی جان زیادہ پیاری تھی۔ اُس کے ساتھی اگر سمندر میں ڈوب جائیں تو اُس کی بلا سے۔ مگر احمد نے کہا: "ہم اِن آدمیوں کو ڈُوبتا نہیں دیکھ سکتے۔" تینوں نے ڈُوبتی ہُوئی کشتی کے آدمیوں کو بچانے کا اِرادہ کر لیا اور اپنے ساتھ اُداس چہرے والے آدمی کو بھی بُلا لیا۔ اُنہوں نے چاروں کو اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس

آدمی کو احمد لے گیا۔ اُس کے پاس رائفل بھی تھی۔ جسے اُس نے پانی سے بچا رکھا تھا۔ باقی آدمیوں نے اپنے ساتھ کوئی چیز نہ لی۔ وہ اپنی جان سے زیادہ کوئی چیز ضروری اور قیمتی نہیں سمجھتے تھے۔

لڑکوں کی اِس ہمدردانہ اور شریفانہ کارروائی سے حالات کی صُورت بالکل بدل گئی۔ جتنے آدمی ساحل پر پہنچے، اُن کی دو ٹولیاں بن گئیں۔ ایک ٹولی اُن لوگوں کی تھی جو تیر کر ساحل پر پہلے پہنچ گئے تھے اِن میں انجلو بھی شامل تھا۔ دُوسری ٹولی اُن لوگوں کی تھی۔ جنھیں اُداس چہرے والے آدمی اور تینوں لڑکوں نے ڈوبنے سے بچایا تھا۔ دونوں ٹولیوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ سیاہ فام قد آور آدمی نے جسے اُس کے ساتھی ڈنکا کہتے تھے گرج کر کہا: "تم کمینے اور بزدل ہو۔ تم نے اپنی جان بچا لی۔ مگر ہماری کچھ پروا نہ کی۔ ٹھیک ہے نا! اگر یہ لڑکے نہ ہوتے تو ہم اِس وقت سمندر کی تہ میں پہنچ گئے ہوتے۔ کمینے اور بے غیرت کہیں کے!"

انجلو نے اُداس چہرے والے آدمی سے پُوچھا۔ "لارنزو! تم سے کس نے کہا تھا کہ اِن لڑکوں کی

رسّیاں کھول دو؟" یہ کہہ کر وُہ غصّے اور جوش کی حالت میں لارنزو کی طرف بڑھا۔ لارنزو نے اِس کے جواب میں اپنی پیٹی سے تیز چاقُو نکال لیا اور ساتھ ہی انجلو کے چار ساتھیوں نے بھی اپنے اپنے چاقُو نکال لیے ۔

اِس موقع پر جس شخص کو احمد نے بچایا تھا وُہ اپنی رائفل کو سیدھا کر کے کڑک کر بولا "تم پانچوں آدمی فوراً اپنے ہاتھ اُونچے کردو۔ ورنہ مَیں اپنے کارتُوس تم پر خالی کر دُونگا"۔ انجلو اور اس کے چاروں ساتھی ہاتھ اوپر کیے ہُوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ کیونکہ اُس کے سوا اور کسی کے پاس بندُوق نہ تھی۔ انجلو نے یہ رنگ دیکھ کر نرمی سے کہا "مارکس! میرے بھائی اِدھر آؤ۔ ہمیں اِس طرح سے جھگڑنا نہیں چاہیے۔ یہ مَوقع آپس میں لڑنے جھگڑنے کا نہیں کیونکہ ہم سب خطرے میں ہیں۔ پھر یہ بھی تو سوچو۔ تم اکیلے میرے بغیر کیا کر سکتے ہو؟ صحرائے سینا یعنی اپنے مرحُوم لیڈر شیرز کا راز میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا"۔

لارنزو نے کہا "بُزدِل آدمی! مَیں جانتا ہُوں۔ شیرز کا راز تمھارے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اب ہم تم سے زیادہ طاقتور ہیں اور تم کو راز بتانے کے لیے مجبُور کر سکتے ہیں۔ تمھاری کیا مجال ہے کہ تم ہم سے یہ راز چھُپاؤ۔ کیوں مارکس! ٹھیک ہے نا!" مارکس موٹی عقل کا آدمی تھا۔ اُس نے ڈنکا کی طرف دیکھ کر کہا "تمھاری کیا رائے ہے؟"

ڈنکا نے انجلو کی طرف منہ پھیر کر کہا "یہ شخص بڑا بے رحم اور خُود غرض ہے۔ یہ چاہتا تھا کہ ہم ڈُوب جائیں"۔ لیکن انجلو نے جو بڑا چالاک تھا فوراً جواب دیا "بھائی! مجھے یہ معلُوم نہیں تھا کہ تم تیرنا نہیں جانتے۔ جب مَیں خُود اچھا تیراک نہیں ہُوں اور ڈُوبتے ڈُوبتے بچا ہُوں تو مَیں تم سب کو کیسے بچاتا؟" ابھی یہ بات ختم نہیں ہُوئی تھی کہ انجلو کے ایک ساتھی نے سمندر کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرتے ہُوئے کہا "وہ دیکھو جنگی کشتی جس سے دُھواں نکل رہا ہے"۔ سب نے اِس طرف بڑے غور سے دیکھا۔ یہ وہی جنگی کشتی تھی جس سے بچنے کے لیے انجلو اور اُس کے ساتھیوں کی کشتی مونگے کی

چٹان سے جا ٹکرائی تھی اور اُس کے بعد انھوں نے بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچائیں۔ جنگی کشتی ساحل سے، جہاں وہ جھگڑ رہے تھے، ایک میل کے فاصلے پر تھی اور انجلو نے دُوربین سے دیکھ لیا کہ ایک موٹر سے چلنے والی کشتی ساحل کی طرف روانہ ہونے والی ہے۔

لڑکوں کے سوا سب آدمیوں میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ انجلو نے اُن سے کہا "اگر اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو میرے پیچھے چلو"۔ اور پھر مارکس کو حکم دیا کہ اِن لڑکوں کو گولی سے اُڑا کر اِن کا قصّہ ختم کر دو"۔ لارنزو نے بہادرانہ انداز میں انجلو سے کہا "اِن لڑکوں پر گولی ہرگز نہیں چلے گی۔ انھوں نے ہمارے چار آدمیوں کی جانیں بچائی ہیں۔ ہم انھیں پھر بطور یرغمال اپنے پاس رکھیں گے۔ اِن کو گولی مارنا ایک نہایت کمینی اور شرمناک حرکت ہوگی"۔ مارکس اور ڈِنکا نے بھی کہا "ہاں اُنھیں یرغمال کے طور پر رکھنا چاہیئے"۔

انجلو دانت پیستا رہ گیا کیونکہ وُہ لڑکوں کا سخت دُشمن تھا۔ اُس کے دِل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ

اِن لڑکوں کی وجہ سے اِس پر پھر کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور آئے گی۔ اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ "اب یہاں سے فوراً چل دینا چاہیئے۔ مَیں تمھیں ایک ایسی تنگ وادی میں لے جاؤں گا۔ جہاں تم اطمینان کی سانس لے سکو گے۔ اور تم خُود مان جاؤ گے کہ تم ایک ایسے قلعے میں پہنچ گئے ہو جہاں پُولیس تو رہی الگ پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا اور تم جنگی کشتی سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے ہو"۔

پارٹی فوراً روانہ ہو گئی۔ انجلو سب کے پیچھے تھا۔ جیک، احمد اور عمر بے دِلی سے جا رہے تھے۔ اُن کی خواہش یہی تھی کہ مَوقع مِلے تو ایک دم بھاگ جائیں۔ لیکن مارکس اور ڈِنکا انھیں نرمی کے ساتھ آگے بڑھاتے رہے۔ کیونکہ وُہ لڑکوں کے اُس احسان کو کسی طرح نہیں بھُول سکتے تھے کہ اُنھوں نے اِن کی جانیں بچائیں۔ لارنزو نے جو لڑکوں کے ساتھ چل رہا تھا مَوقع پا کر جیک کے کان میں کہا "جب شام کے وقت اندھیرا چھا جائے گا تو اس وقت تمھیں بھاگنے کا مَوقع مِل سکتا ہے"۔

ساحل کے میدانی علاقہ ہی سے سُرخ رنگ والی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جنگی کشتی والے آدمیوں نے انجلو کے ساتھیوں کو دُور ہی سے دیکھ کر اُن پر فائر کرنے شروع کر دیے۔ گولیاں سائیں سائیں کرتی ہُوئی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ لیکن گولی کسی کے نہ لگی۔ کیونکہ موٹر کشتی سے جو سمندر کی لہروں کے باعث ہل رہی تھی بندوق کی گولی کا نشانے پر لگنا ناممکن تھا۔ ایک یا دو منٹ کے بعد انجلو کی پارٹی اُس مقام تک پہنچ گئی۔ جہاں سے تنگ وادی کے اندر داخل ہونے کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ چند جھاڑیوں اور کھجوروں کے ایک دو درختوں کے سوا اِس وادی میں سبزے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ وادی کے دونوں طرف عجیب و غریب شکل کے پہاڑ کھڑے تھے۔ جن کی چٹانیں سُرخ اور بھورے رنگ کی تھیں ۔

پارٹی کے آدمیوں نے کچھ تیز چلتے ہُوئے اور کچھ دوڑتے ہُوئے اپنا سفر ایک ایسے کچے راستے سے طے کیا جو چٹانوں والی پہاڑیوں کے گرد چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُنھیں دو اور وادیاں نظر آئیں۔ اِن میں سے ایک کا نام وادیٔ شلال ہے اور دُوسری

کا وادیٔ بابا۔ دوڑنے کی وجہ سے انجلو کی سانس پھولی ہُوئی تھی۔ اُس نے اپنے آدمیوں سے رُک جانے کے لیے کہا اور اُنھیں بتایا کہ وادیٔ شلال ہماری دائیں طرف ہے۔ راستہ بھی اُسی طرف ہے اور ہمیں یہی اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن اگر جنگی کشتی کے ملاحوں نے ہمارا پیچھا کیا تو وُہ بھی اِسی راستے جائیں گے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم وادیٔ بابا جائیں جو بائیں طرف واقع ہے۔ اور وہاں اندھیرا ہو جانے تک انتظار کریں۔ یہاں سے نکل کر ہم پھر اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہیں ۔

انجلو اپنے آدمیوں کو وادیٔ بابا میں لے گیا۔ وادی کے پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک گول سیاہ رنگ کی پہاڑی نظر آتی تھی۔ انجلو کی پارٹی نے اِس پہاڑی کی چٹانوں کے پیچھے پناہ لی اور کچھ دیر تک سب آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ پہرہ دینے کا کام مارکس کے سپرد کیا گیا۔ جس کے پاس بندوق تھی۔ اُس وقت گرمی بلا کی پڑ رہی تھی۔ بھوک اور پیاس نے سب کو بے حال کر رکھا تھا۔ سہ پہر ہو چکی تھی۔ جب دو گھنٹے گزر گئے تو انجلو نے آدمیوں سے کہا

"اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔" ڈنکا نے پوچھا "کہاں جائیں؟ پہلے ہمارے لیے پانی کا بندوبست ہونا چاہیے۔ ہم پانی کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں اٹھا سکتے۔ پیاس کے مارے ہمارے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔" باقی آدمیوں کی طرف سے بھی یہ آوازیں اٹھیں۔ "ڈنکا ٹھیک کہتا ہے۔ پہلے ہمیں پانی چاہیے۔ انجلو ہمارے لیے پانی لاؤ۔ تم ہی نے ہم کو اس مصیبت میں ڈالا ہے۔ اور تم ہی ہمیں اس مصیبت سے نکالو۔" انجلو نے بے پروائی سے جواب دیا "کیا تم مجھے موسیٰ سمجھتے ہو، جس نے چٹان پر لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا! میں تو تمھیں ایسی جگہ لے جا رہا ہوں۔ جہاں خوراک اور پانی سے بھی تمھیں زیادہ چیزیں ملیں گی۔"

اس موقع پر عمر نے جو وادی کی طرف دیکھ رہا تھا، کہا "وہ دیکھو ایک اونٹوں والا شخص جا رہا ہے۔ وہ ہمیں بتا سکے گا کہ پانی کہاں مل سکتا ہے۔" مارکس اور ڈنکا فوراً وادی کی طرف روانہ ہو گئے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک بدو اپنے اونٹ کو لیے جا رہا تھا۔ پارٹی کے دوسرے آدمی بھی انتظار کیے بغیر

مارکس اور ڈنکا سے جا ملے۔ بدو دس آدمیوں اور تین لڑکوں کو اس ویرانے میں دیکھ کر ڈر گیا۔ کیونکہ سب کے چہروں سے وحشت برس رہی تھی۔ سر کے بال بکھرے اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ پارٹی کی خوش قسمتی سے اونٹوں پر پانی کے مشکیزے لدے ہوئے تھے۔ اور وہ انھیں کنوئیں سے بھر کر اپنے ڈیرے پر لے جا رہا تھا۔ بدو نے تمام پانی انجلو کے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ پانی تھا تو کھاری اور بدمزہ۔ لیکن اس کے پیتے ہی ان کی جان میں جان آ گئی۔ انجلو نے بدو کو کچھ روپیہ دیا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرے اس نے بدو سے صاف کہہ دیا کہ "اگر تم نے ہمارے بارے میں کسی کے سامنے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو جس جگہ تم ہو گے، ہم وہاں پہنچ کر تم کو تمھاری بیوی اور بچوں کو، تمھارے دوستوں کو اور تمھارے جانوروں کو مار ڈالیں گے۔" بدو پر انجلو کی اس دھمکی کا بڑا اثر ہوا۔ اور جب وہ ان سے رخصت ہوا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہاں سے انجلو اپنی پارٹی کو وادی شلال میں

لے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پارٹی ایک اور وادی میں داخل ہوئی جو پہلی وادی سے بھی زیادہ تنگ اور پیچ دار تھی۔ پگڈنڈی پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ اونچی ہوتی چلی گئی تھی۔ چاروں طرف بڑی بڑی چٹانیں تھیں۔ جن کے رنگ عجیب قسم کے تھے۔ چٹان کے بڑے بڑے سیاہ تودے اُوپر تلے اس طرح پڑے ہوئے تھے کہ گویا کسی دیو نے وہاں آگ جلائی ہے۔

وادی کے دہانے پر چٹان کی ایک زبردست دیوار تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اِس دیوار نے وادی کا راستہ بند کر رکھا ہے۔ پارٹی کے کسی شخص کو دیوار کے راستے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ بعض آدمی بڑ بڑانے لگے۔ انجلو نے اُن سے کہا "جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو اِس راستے سے لے گئے تو وُہ لوگ بھی بڑ بڑاتے رہے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ اُنھیں سلامتی کے ساتھ اِس جگہ سے نکال لے گئے۔ میں بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح تُمھیں یہاں سے سلامتی کے ساتھ لے جاؤں گا۔ آؤ میرے ساتھ تُمھیں راستہ معلوم ہو جائے گا"۔

جَیک نے جب انجلو کو حضرت موسیٰؑ کی طرح باتیں

بھی ٹھہر گئے۔ اُس نے ایک زنجیر سے جو اُس کی گردن کے گرد لپٹی ہوئی تھی ایک چابی نکالی اور اُس سے ایک دروازہ کھولا جو دیوار میں اِس ترکیب سے لگا ہوا تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی دروازہ ہے۔ اُس نے آدمیوں سے کہا "ذرا ٹھہر جاؤ"۔ اور آپ اندر چلا گیا اور لالٹین لے آیا۔ سب آدمی حیرانی اور خاموشی کے ساتھ ایک بڑے کمرے کے اندر چلے گئے۔ یہ کمرہ چٹان میں سے کاٹ کر بنایا گیا تھا اور اُس کی تمام دیواروں پر پتھر میں کھُدی ہوئی اِسی طرح کی تصویریں تھیں جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے۔ کمرے میں مختلف قسم کے صندُوقوں اور ضروری اشیا کے ذخیروں نے بہت سی جگہ روک رکھی تھی۔ پانی کے بڑے بڑے گھڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ کر سب کو بڑی خوشی ہوئی۔

رہائی

پہاڑیوں میں سفر کی مُصیبت ختم ہو جانے سے پارٹی کے آدمیوں کی حالت فوراً بدل گئی۔ جب اُنھیں کھانے پینے کی چیزیں مل گئیں تو اُنھوں نے بچّوں کی طرح ہنسنا اور شور مچانا شروع کر دیا۔ رستے میں وُہ دبی آواز سے انجلو پر لعنت بھیجتے تھے۔ لیکن اب وُہی لعنت بھیجنے والے اُس کی تعریف کے گیت گانے لگے۔ اب وُہ اِس بات کو بھُول گئے کہ یہ وہی انجلو ہے کہ جب ساحل پر پہنچنے سے پہلے کشتی مُونگے کی چٹانوں میں پھنس گئی تو اُس نے اپنے ساتھیوں کی جانیں نہ بچائیں۔ جیک، احمد اور عُمر کے دِل میں قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہُوا کہ جن آدمیوں کی جانیں انھوں نے کشتی کے ڈوبنے کے وقت بچائی تھیں، کہیں وُہ بھی اِن کے اِحسان کو نہ بھُول جائیں۔ وُہی مارکس اور وِنکا جو پہلے لڑکوں کی حمایت کرنا اپنا فرض سمجھتے

تھے، اب اُن کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئے تھے۔ مگر اُداس چہرے والا لارنزو اِس مَوقع پر بھی لڑکوں کے ساتھ بیٹھا ہُوا تھا۔ اور جب پارٹی کے بعض آدمی آرام مُیسّر ہو جانے کی وجہ سے زیادہ شور مچاتے تھے تو لارنزو اُن کی طرف ایک خاص انداز سے دیکھتا۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یہ آدمی اس قابل نہیں کہ اِن کا اعتبار کیا جائے۔

انجلو نے اپنے آدمیوں سے کہا "مَیں جانتا ہُوں کہ جو کچھ تم نے یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اِس کی تمھیں بالکل اُمّید نہ تھی۔ یہ قدیم زمانے کی کانیں ہیں جو مصریوں نے عقیق نکالنے کے لیے کھودی تھیں۔ اگر تم چاہو تو اِن کانوں سے اب بھی عقیق مِل سکتا ہے۔ لیکن مَیں تمھیں اِس سے بھی زیادہ قیمتی چیز دِکھاؤں گا۔" ایک آدمی نے ہنس کر کہا "انجلو! کیا سچ مچ تم کوئی نئی چیز دِکھا کر ہماری حیرانی کو اور زیادہ بڑھاؤ گے؟" انجلو نے جواب دِیا۔ "ہاں! مَیں ابھی تمھیں ایک ایسی چیز دِکھاؤں گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ لیکن

تمھیں کل تک اِنتظار کرنا چاہیے۔ غالباً تمھارے
دِل میں یہ دریافت کرنے کی خواہش ہوگی کہ مَیں
نے یہ جگہ کیسے معلوم کی؟ سُنو! جب مَیں نے
یہ سُنا کہ ہمارا لیڈر شیرز مر گیا ہے تو مَیں قاہرہ
میں اُس کے مکان پر پہنچا۔ میرے سوا کوئی شخص
یہ نہیں جانتا کہ اُس کا مکان کس جگہ ہے؟ پولیس
نے اُس کا مکان تلاش کرنے کی بڑی کوشش کی
لیکن اُسے ذرا کامیابی نہ ہوئی۔ تم یہ سُن کر
حیران ہوگے کہ شیرز کی موت کا باعث زیادہ تر
یہی تین لڑکے تھے جو اِس وقت یہاں موجود ہیں۔
شیرز کے مکان میں سے مجھے ایک بکس ملا۔ جس
میں ایک چابی تھی اور ایک نقشہ۔ جس شے کی
بدولت مَیں یہاں پہنچا، وُہ نقشہ تھا۔ آج جو کچھ
تمھیں بتایا ہے، یہی کافی ہے۔ باقی پھر۔ اب
تم سب کو آرام کرنا چاہیے۔ مَیں چاہتا
ہوں ایک آدمی پہرے پر رہے"۔

ایک چھوٹے قد کے دُبلے پتلے آدمی نے کہا۔
"پہلے مَیں پہرہ دوں گا"۔ اِس آدمی کا نام کیسب
تھا۔ انجلو نے جواب دیا۔ "بہت اچھا! تم ہی پہرہ

دو۔ مارکس سے بندوق لے لو اور دروازے کے
پاس پہرہ دینا شروع کر دو۔ اِن لڑکوں کا خاص
طور پر خیال رکھّو۔ یہ تمھاری نگرانی میں رہیں۔
ہمیں ابھی اِن کی ضرورت ہے۔ اگر تمام معاملات
ٹھیک رہے تو ہم پھر کل یہاں سے روانہ ہو جائیں
گے۔ اور ہمیں صحرا میں اِن لڑکوں سے نجات مل
جائے گی۔ داناؤں کا قول ہے کہ مرے ہوئے
آدمی اپنی کہانی بیان نہیں کرتے۔ یہ لڑکے بھی
جب اُنھیں ٹھکانے لگا دیا جائے گا اپنی کہانی
بیان نہیں کریں گے"۔

پارٹی کے آدمی اپنی اپنی جگہ پر آرام کرنے
کے لیے لیٹ گئے۔ تکان کی وجہ سے انھیں بہت
جلد نیند آ گئی اور اُنھوں نے خرّاٹے لینے شروع
کر دیے۔ مگر انجلو کو نیند نہ آئی۔ وُہ برابر جاگتا
رہا۔ لڑکوں کو بھی نیند کیسے آتی۔ کچھ تو اِس وجہ
سے کہ کمرے کی ہوا خراب تھی۔ اور زیادہ تر اِس
وجہ سے کہ انجلو اُن کی جان کے درپے تھا۔ جیک
نے احمد کے کان میں کہا۔ "کیا یہاں سے بھاگ نکلنے
کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟" احمد نے جواب دیا۔

"ہم کس طرح بھاگ سکتے ہیں۔ دروازے پر ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے۔" عمر نے کہا۔ "ہمیں اس وقت لارنزو سے مدد لینی چاہیے۔"

جیک کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمر نے اس کا ہاتھ دبایا۔ تاکہ وہ خاموش رہے۔ کیونکہ انجلو اسی وقت اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا اور اس نے تمام کمرے پر اچھی طرح نگاہ ڈالی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پہرے دار کے علاوہ کون کون آدمی اس وقت جاگ رہا ہے۔ مگر لڑکوں کے سوا باقی سب سوئے پڑے تھے۔ گو انجلو پر انھوں نے یہی ظاہر کرنا مناسب سمجھا کہ وہ بھی سوئے ہوتے ہیں۔ پھر انجلو نے آہستہ سے کیسب کو آواز دی۔ کیسب نے یکایک اپنا سر اٹھایا اور جواب دیا "میں جاگ رہا ہوں۔" انجلو نے دھیمی آواز میں غصے سے کہا۔ "کتے! میں جانتا ہوں، تو سو گیا تھا۔" کیسب نے جواب دیا "نہیں میں جاگ رہا تھا۔"

اس کے بعد انجلو دروازے کے باہر کیسب کو اپنے ساتھ لے گیا تاکہ ہتھیار لے آئے۔ وہ ڈنکا، لارنزو اور مارکس سے کھٹکا ہوا تھا۔ ڈنکا

اور مارکس نے ساحل پر انجلو کو ڈانٹ بتائی تھی۔ اور اس لیے انجلو ان سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اتنے میں جیک نے لارنزو کو جگایا اور اسے سب باتیں بتا دیں۔ چاروں آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور سوئے ہوئے آدمیوں کو پھلانگ کر دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے کے باہر بالکل اندھیرا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ انجلو چراغ لیے آ رہا ہے تو وہ دیوار کے ساتھ لگ گئے۔ انجلو اور کیسب دوسرے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ جیک نے لارنزو سے کہا۔ "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیوں نہ دروازہ بند کر کے ہم بھاگ جائیں؟" احمد نے کہا۔ "موقع تو اچھا ہے۔" لیکن لارنزو نے جواب دیا۔ "یہ ٹھیک نہیں! تم باہر سے دروازے کو قفل نہیں لگا سکتے۔ اگر تم نے ایسا کیا بھی تو انجلو اور کیسب شور مچا دیں گے اور سب جاگ پڑیں گے۔ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ انجلو تمھارا دشمن ہے، پارٹی کے آدمی تمھاری بات کا اعتبار کریں گے؟"

جیک نے کہا۔ "تو پھر کیا کیا جائے؟ اس

وقت ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے۔ جو کچھ
کیا جائے۔ جلدی کیا جائے۔" لارنزو نے تینوں
لڑکوں کو مشورہ دیا کہ وہ اندھیرے میں دروازے
کے قریب انجلو اور کیسب کے واپس آنے کا انتظار
کریں۔ اگر وہ اپنے ساتھ بندوقیں لائیں تو انھیں
دروازے کے باہر رکھیں گے۔ اگر اس موقع پر
ہمیں کچھ بندوقیں مل جائیں۔ تو کامیابی کی
پوری امید ہے۔ چنانچہ اس مشورے کے مطابق
لارنزو اور تینوں لڑکے دروازے کے پاس دیوار
سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ خدا سے دعا مانگ
رہے تھے کہ انجلو اور کیسب دروازے میں داخل
ہوتے وقت دیا سلائی نہ جلائیں۔ کیونکہ روشنی سے
ان کا تمام کام بگڑ جائے گا۔ انتظار کی گھڑی کا ایک
ایک لمحہ ان کے لیے ایک سخت آزمائش تھی۔ انھوں
نے اپنی سانس روک رکھی تھی۔ چند لمحوں کے بعد
دو آدمیوں کے آنے کی آواز آئی۔ انجلو اور کیسب
آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے کہ ان کے
دوسرے ساتھی جاگ نہ پڑیں۔ انھوں نے پچھ
بندوقیں اور کارتوسوں کا بکس دروازے کے باہر

رکھ دیا تھا۔

انجلو نے کمرے میں داخل ہو کر بڑے غور سے
اپنے سب ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ لیکن جب لڑکوں
کو اپنی جگہ پر نہ پایا تو اس کا کلیجہ دھک سے رہ
گیا۔ اس نے پچھکے سے کیسب کے کان میں کہا۔
"یہ ملعون لڑکے یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ اگر ہم
نے اسی وقت ان کو نہ پکڑا تو ہمارے تمام منصوبے
خاک میں مل جائیں گے۔" کیسب نے جواب دیا۔ "کیا
آدمیوں کو جگا دیا جائے؟" انجلو نے کہا "نہیں،
ذرا انتظار کرو۔ لڑکے رات کے وقت دور نہیں
جا سکتے۔ ہم آسانی سے ان کا سراغ لگا سکتے ہیں۔
میں نہیں چاہتا کہ جو تجویزیں میں نے سوچ رکھی ہیں
وہ ملیا میٹ ہو جائیں۔ ابھی مارکس، ڈنکا، لارنزو
اور دوسرے آدمیوں کو نہ جگاؤ۔ صرف اپنے تین
دوستوں کو ساتھ لے لو۔ ہم بندوقیں لے کر ابھی
روانہ ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ لڑکے بھاگ نکلے اور
انھوں نے پولیس کو ہمارے پیچھے لگا دیا تو جو
پیچھے رہ جائیں گے وہی پکڑے جائیں گے۔ اور یہ
ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ بس یہ ٹھیک ہے تم

ایک اَور بندُوق لے لو۔ یہاں صرف تین بندُوقیں ہیں۔ کارتوس بھی کچھ اَور رکھ لو۔"

لارنزو اَور لڑکوں نے جو دیوار کے ساتھ لگے ہُوئے تھے جب انجلو کی یہ باتیں سُنیں تو اُنھیں قدرتی طور پر زیادہ پریشانی ہُوئی۔ انجلو اَور گیسب جب اِس نئی مہم پر روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے تو لارنزو اَور تینوں لڑکوں نے فوراً تینوں بندُوقوں اَور کارتوسوں کے بکس پر قبضہ کر لیا اَور کان کے باہر جا کر پُوری تیزی کے ساتھ دَوڑنا شروع کر دیا۔ کھردرے اَور نکیلے پتھروں کی وجہ سے راستہ نہایت خراب تھا۔ مگر اُنھوں نے کچھ پروا نہ کی۔ وُہ وادی کی طرف روانہ ہو گئے۔ لارنزو نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں اُس پُرانے محل کے اندر پہنچ جانا چاہیے جو اِس پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ سفر نہایت کٹھن اَور مُشکل تھا۔ اِس لیے کہ قدم قدم پر وُہ پھسلتے اَور گرتے تھے۔ تیز اَور نکیلے پتھروں کی وجہ سے اُن کے گھٹنے زخمی ہو گئے تھے۔ کبھی اُوپر چڑھتے کبھی نیچے جاتے۔ کبھی ایک دُوسرے کا سہارا لیتے تھے۔ آخر وُہ وادی کے مَیدانی حصّے میں پہنچ گئے۔

یہاں سے اُنھیں دو سَو فٹ کی اُونچی پہاڑی پر جانا تھا۔ جس کی چٹانیں ایک کالے دیو کی طرح اُنھیں ڈرا رہی تھیں۔ مگر اِس کالے دیو کے مُقابلے میں وُہ انجلو سے زیادہ ڈرتے تھے۔ لارنزو تینوں لڑکوں کے آگے آگے تھا۔ اگر پہلی پہاڑی سے اُترنا اُن کے لیے سخت مُشکل تھا تو دُوسری پہاڑی پر چڑھنا اُن کے لیے ایک دردناک عذاب تھا۔ وہ حیران تھے کہ کیوں اُس وقت تک کوئی شور بلند نہیں ہُوا۔ اَور نہ بندُوق کی آواز اُن کے کانوں تک پہنچی حالانکہ انجلو کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی۔ وُہ جانتے تھے کہ انجلو اُنھیں مَوت کے گھاٹ اُتارنے کا کوئی مَوقع ہاتھ سے نہیں جانے دیگا۔

ابھی لڑکے اِنہی باتوں پر غور کر رہے تھے کہ یکایک اُنھوں نے بندُوق چلنے کی آواز سُنی۔ ایک گولی سائیں سائیں کرتی ہُوئی اُن کے پاس سے گزر گئی۔ اَور قریب کے ایک پتھر سے ٹکرائی۔ پھر ایک عجیب قسم کی آواز کے ساتھ کہیں نیچے جا پڑی۔ اِس کے بعد گولیوں کے چلنے کی آواز برابر آتی رہی۔ لارنزو اَور لڑکے سمجھ گئے کہ انجلو

اور اُس کے آدمی اندھا دُھند گولیاں چلا رہے ہیں۔
لارنزو نے اپنے ساتھیوں کو زیادہ احتیاط کے ساتھ
چلنے اور خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ رات
کے وقت آواز بہت دُور تک سُنائی دیتی ہے۔
لارنزو کے خیال میں انجلو اور اُس کے آدمیوں کے
کان بھاگنے والوں کی طرف لگے ہُوئے تھے۔
بھاگتے وقت لڑکوں میں ایک خاص جوش پیدا
ہو گیا تھا۔ لیکن اب یہ جوش کم ہو چُکا تھا۔ اب اِن
کے دِلوں میں جوش کے بجائے خوف پیدا ہو گیا۔ ہر
طرف ہولناک تاریکی اور ہُو کا عالم تھا۔ وُہ ایک
لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالنا چاہتے تھے اور چلتے
بھی تھے تو آہستہ آہستہ۔ تاکہ دُشمن کو اِن کے
پاؤں کی آہٹ معلوم کرنے کا موقع نہ مل جائے۔ اِس
چُپ کا اُن کے دِل اور دِماغ پر اثر پڑا اور وُہ یہ
سمجھے کہ اِس خوفناک اندھیرے میں وُہ چاروں طرف
دُشمنوں سے گھرے ہُوئے ہیں۔ اُن کے دِل میں یہ
ڈر بیٹھ گیا تھا کہ کوئی پُر اسرار دُشمن دفعتہً اِس
تاریکی میں نکل کر اُنھیں آدبوچے گا اور وُہ اپنا
بچاؤ نہیں کر سکیں گے۔ لیکن جب لارنزو نے بڑی

دھیمی آواز میں اُن سے یہ بات کہی تو اُنھیں اطمینان
ہُوا۔ اور اُن کا ڈر جاتا رہا۔ اُس نے لڑکوں سے
کہا کہ جس راستے سے ہم محل کی طرف جا رہے
ہیں، یہ پُرانے زمانے کا ہے۔ کہنے والے کہتے
ہیں کہ قدیم مصری لوگ اِسی راستے سے جایا کرتے
تھے۔ اب محل بالکل قریب آگیا ہے۔

جیک نے لارنزو سے کہا "تو آپ اِس محل کو
اچھی طرح جانتے ہیں"۔ لارنزو نے جواب دیا۔ "ہاں
انجلو کی نسبت مجھے اِس کے حالات زیادہ معلوم
ہیں۔ انجلو اِس محل کا نام و نشان تک بھی نہ جانتا
تھا جس وقت مجھے یہاں شیرز کے ساتھ آنے کا موقع ملا۔
شیرز اپنا بھید کسی کو نہیں بتایا کرتا تھا۔ مَیں نے
یہ بھید دریافت کر لیا۔ جب شیرز کو معلوم ہو گیا
کہ مَیں اِس محل کا بھید جانتا ہُوں تو اُس نے میرا
کام تمام کر دینا چاہا۔ لیکن مَیں اُس کے ہتھے نہ
چڑھا۔ اِس کے بعد مَیں انجلو کی پارٹی میں اِس غرض
سے شریک ہو گیا کہ مجھے اِس محل میں داخل ہونے
کا موقع ملے۔

احمد نے پُوچھا "اِس محل میں ایسی کیا بات ہے

جس کی بدولت آپ انجلو کی پارٹی میں شریک ہو
گئے؟" لارنزو نے جواب دیا: "اس کا ذکر میں تم سے
بعد میں کروں گا۔ لیکن سر دست میری تمام تجاویز
کھٹائی میں پڑ گئی ہیں۔"

لارنزو اور لڑکے اب پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ
گئے تھے۔ ویران اور ٹوٹے ہوئے محل کے اندر جانے
کے لیے انھیں بڑے بڑے پتھروں پر چڑھنا پڑا۔
محل کی بیرونی دیوار کے صرف کھنڈر باقی رہ گئے
تھے۔ اندر جا بجا پتھروں کے ڈھیر نظر آتے تھے۔
بھاگنے والوں کو اطمینان نصیب ہوا کہ اس ویران
اور ٹوٹے ہوئے محل نے انھیں پناہ دی۔ لارنزو
نے لڑکوں سے کہا: "یہاں ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ صبح
کے وقت جب سورج چڑھے گا تو ہم یہیں سے
وادیٔ مغازہ پر نظر ڈال کر معلوم کر سکیں گے کہ ہمارے
دشمن ہماری تلاش میں تو نہیں۔ یہیں میں نے
یہ بات معلوم کی تھی کہ شیرز یہاں کیوں اکیلا آیا
کرتا تھا۔"

سب کے سب چونکہ بہت تھکے ہوئے تھے
اس لیے سب سے پہلے انھوں نے آرام کرنے کی ٹھانی

پہلے بندوقوں میں کارتوس بھر لیے۔ عمر کے پاس نہ کوئی
بندوق تھی اور نہ اسے نشانہ پر گولی چلانے کی
مشق تھی۔ لارنزو، جیک اور احمد نے اپنی جیبیں
کارتوسوں سے بھر لیں۔ لارنزو پہرہ دینے کے لیے
تیار ہو گیا۔ لڑکے زمین پر پورے اطمینان کے ساتھ
سو گئے۔ صبح کو وہ خود نہ اٹھے۔ بلکہ سورج کی
کرنوں نے انھیں جگایا۔ لارنزو اپنے ساتھیوں کی طرف
دیکھ کر مسکرایا۔ وہ دو پتھروں کے درمیان ایک
تنگ جگہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے لڑکوں سے
"یہاں آؤ میں تمھیں کچھ دکھاؤں" جب لڑکے اس
کے پہنچے تو لارنزو نے ان سے کہا: "وہ دیکھو دو
میل سامنے والی پہاڑی سے جہاں سے ہم بھاگے ہیں،
نیچے اتر رہے ہیں۔" لڑکے ان دو آدمیوں کو دیکھ
کر حیران رہ گئے کیونکہ ان میں سے ایک لمبے قد
کا ڈنکا تھا اور دوسرا مارکس۔ وہ پانی کے لیے
مشکیزے لئے جا رہے تھے۔ لارنزو نے لڑکوں
بتایا کہ "ہماری پہاڑی کے دوسری طرف جو
دور موجود ہیں ان کے قریب چشمہ ہے۔ دیکھو
کیسا چالاک ہے کہ اس نے ان دو آدمیوں کو خاص

طور پر پانی لانے کے لیے بھیجا ہے۔ اِن کے پیچھے
کان کے اندر وہ دو آدمی ہیں جنھیں ہم نے ڈوبتی
ہوئی کشتی سے بچایا تھا۔"

عمر بولا "تو کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ انجلو نے
اِن دو آدمیوں کو اس لیے پیچھے رکھا ہے کہ پانی لانے
والوں کے پہنچنے سے پہلے اُن کا کام تمام کر دے۔"
لارنزو نے جواب دیا: "اِس میں شک ہی کیا ہے۔ انجلو
کبھی اُن لوگوں کو معاف نہیں کرتا جو اُس کی مخالفت
کرتے ہیں۔ اُس کے نزدیک آدمی کی جان کچھ حقیقت
نہیں رکھتی۔" احمد نے رائے ظاہر کی "ہمیں ڈنکا
اور مارکس کو اپنے ساتھ بلا لینا چاہیے۔ جیک! آؤ
تم اور میں پہاڑی کے اُس طرف چلیں اور چشمے
کے قریب جو کھنڈر ہیں وہاں چھپے رہیں اور جب
وہ قریب آئیں تو انھیں بتا دیں کہ انجلو تمھارے خلاف
یہ کارروائی کرنے والا ہے۔" لارنزو نے کہا "شاید وہ
تمھاری بات کا کوئی اعتبار نہ کریں۔ لیکن انھیں اپنے
ساتھ بلانے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔" جیک نے
ہنس کر کہا "وہ ہماری بات نہ مانیں۔ لیکن بندوق
کی بات انھیں ماننی پڑے گی۔"

جیک اور احمد پہاڑی کے نیچے گئے اور ایک
ویران مکان کے قریب جا کر ٹھہر گئے۔ اُنھوں نے
مارکس اور ڈنکا کا انتظار کیا جو پہاڑی کے کونے کے
گرد آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب لڑکوں کو اِس بات
کا یقین ہو گیا کہ وہ ایسی جگہ کھڑے ہوئے ہیں
جہاں سے انجلو والی کان دکھائی نہیں دیتی تو انھوں
نے ذرا اونچی آواز سے ڈنکا اور مارکس کو پکارنا
شروع کیا۔ یہ آدمی ایک ویران جگہ میں اپنے نام
سُن کر اِس قدر ڈرے کہ اُن کے رونگٹے کھڑے
ہو گئے۔ اُنھوں نے سمجھا کہ یہ کوئی بھوت ہیں۔ ڈنکا
نے پانی والا مشکیزہ وہیں گرا دیا اور وہ خوف کے
مارے بھاگنے ہی والا تھا۔ مگر مارکس کے اوسان خطا
نہ ہوئے۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ یہ آوازیں بھوت
پریت کی نہیں۔ بلکہ کسی اِنسان کی آوازیں ہیں۔ ڈنکا
اور مارکس کی نظر جب جیک اور احمد پر پڑی تو وہ
انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کیونکہ اُن کا یہ خیال
تھا کہ وہ کان سے اِسی لیے بھاگے ہیں کہ پولیس
کو اطلاع دے کر انجلو اور اُس کے آدمیوں کو
گرفتار کرائیں۔ مگر اب اُن کا خیال بدل گیا اور

انھوں نے جیک سے کہا: "اگر تم ابھی تک یہیں ہ
تو انجلو کو کان سے جلد ہی روانہ ہونے کی کی
ضرورت پڑی ہے"۔

احمد نے جلدی جلدی وہ تمام باتیں ڈنکا اور
مارکس کو بتا دیں جو لارنزو نے کہی تھیں۔ دونوں آدمی
احمد کے قریب آئے۔ مارکس نے احمد سے کہا: "مجھے
یقین نہیں آتا کہ انجلو ہمارے خلاف کارروائی کرنے وا
ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم دونوں ہمارے ساتھ
واپس چلو"۔ اس کے جواب میں جیک اور احمد نے
اپنی بندوقوں کو اپنے سامنے سیدھا کھڑا کر لیا۔ ڈنکا
نے جس کے چہرے پر حیرت اور سراسیمگی پائی جا
تھی، جیک سے پوچھا: "یہ بندوقیں تم نے کہاں سے
لیں؟" جیک نے ہنس کر جواب دیا: "انجلو سے"۔ پھر
احمد سے کہا "مارکس! ان بندوقوں میں سے ایک
تمھاری ہے"۔ مارکس نے جواب دیا: "میری بندوق
تو کان میں ہے۔ یہ کیسب کے پاس تھی۔ جب
اس نے ہم سب کو جگایا اور یہ بتایا کہ تم بھاگ
گئے ہو تو وہ باہر دوڑا اور تم پر فائر کیا"۔ پھر
جیک نے اس سے پوچھا "کیا تم اپنی بندوق پہچان

سکتے ہو؟" مارکس نے جواب دیا: "کیوں نہیں! میری
بندوق پر گولی کے دو نشان ہیں۔ اور یہ نشان مونٹی
کے چشموں پر لڑائی کے دوران میں پڑے"۔ جیک
نے بندوق کو پکڑے رکھا اور دکھانے کے لیے
مارکس کی طرف ذرا آگے بڑھایا۔ واقعی بندوق پر
گولی کے نشان صاف دکھائی دیتے تھے۔ مارکس اور
ڈنکا دونوں کو یقین ہو گیا کہ جیک سچ بول رہا ہے
اور انجلو خبیث ان کے خون کا پیاسا ہے۔ ڈنکا
نے کہہ دیا کہ میرا اب انجلو سے کوئی تعلق نہیں
رہا۔ میں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ مارکس
نے کہا "میں احمد کے احسان کو کیسے بھول سکتا
ہوں، جس نے سمندر میں کود کر ڈوبتی ہوئی کشتی
سے میری جان بچائی۔ جیک تم مجھے دھوکا تو نہیں
دو گے؟" جیک نے جواب دیا: "بھلے آدمی! میں کسی کو
دھوکا نہیں دیتا۔ میں ہر شخص سے اپنا معاملہ صاف
رکھتا ہوں۔ اگر ہماری نیت تمھیں مار ڈالنے کی
ہوتی تو تمھارا قصہ ختم ہو گیا ہوتا۔ کیونکہ تم پورے
دس منٹ تک ہماری بندوق کی زد میں رہے"۔
مارکس کو جیک کے اس جواب سے اطمینان ہو گیا

وقت یہ شبہ کیسے گزرتا کہ جو بندوق کیسب نے چلائی، وہ مارکس کی نہیں تھی۔ انجلو اچھی طرح سے جانتا تھا کہ لڑکے بھاگتے وقت مارکس کی بندوق بھی لے گئے ہیں۔ جو اس نے کیسب کو پہرہ دینے کے لیے دی تھی۔ ان تمام باتوں نے ڈنکا اور مارکس کی آنکھیں کھول دیں۔

لارنزو نے ڈنکا اور مارکس سے کہا "انجلو تمہارے واپس نہ جانے پر غصے کی حالت میں دانت پیستا ہوگا۔ اب ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ ڈنکا! تم پہرہ دو۔ اپنی بڑی آنکھوں سے کام لو اور اپنی نگاہ کان کے دروازے پر جمائے رکھو۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم انجلو کی ہر چال سے آگاہ رہیں۔"

Relax Library & Stationery Mart
1-F/11/7, Nazimabad,
KARACHI.

اور اس نے کہا "تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں اس ملعون انجلو کے پاس اب نہیں جاؤں گا۔"

جیک اور احمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑی پر چڑھے اور محل میں پہنچے۔ ڈنکا اور مارکس کو لارنزو سے معلوم ہو گیا کہ جو کچھ اس نے انجلو کی نسبت کہا تھا وہ بالکل صحیح تھا اور دونوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ انجلو نے ہتھیار چھپا رکھے ہیں۔ انجلو کو اپنے آدمیوں پر بھروسہ ہوتا تو وہ ان سے بندوقیں کبھی نہ چھپاتا۔ جب لڑکے کان سے بھاگے تھے تو کیسب نے انجلو کو اسی وقت اطلاع دے دی تھی۔ مگر انجلو نے جان بوجھ کر کیسب کی آواز پر کوئی توجہ نہ کی۔ حالانکہ وہ اس وقت جاگتا تھا۔ کیسب یہ سمجھا کہ انجلو سویا پڑا ہے۔ اس لیے وہ کان کے باہر دوڑا اور اس نے بھاگتے ہوئے لڑکوں پر فائر کیے۔ ڈنکا اور مارکس بھی اب سمجھ گئے کہ لڑکوں کے بھاگنے کے بعد گولی کیوں دیر سے چلی۔ مارکس کو معلوم ہو گیا کہ جو بندوق کیسب نے چلائی، وہ اس کی نہیں بلکہ ایک اور بندوق تھی جو انجلو کیسب کے لیے گودام سے چھپا کر لایا تھا۔ اس

فرار

لارنزو اس وقت اپنے ساتھیوں سے یہ کہ
رہا تھا کہ انجلو ایسا آدمی نہیں جو ایسے نازک موقع
پر خاموش بیٹھا رہے۔ وہ ہمیں ڈھونڈنے کے لیے
یا تو خود کان سے نکلے گا یا اپنے آدمی دوڑائیگا
مارکس نے کہا: "اگر وہ خود آیا تو میں اسے اپنی
گولی کا نشانہ بناؤں گا۔" لارنزو نے اپنے ساتھیوں
کو اس بات سے آگاہ کیا کہ "ہم یہاں ہمیشہ
زیادہ عرصے تک نہیں رہ سکتے۔ پانی کا تو بے شک
یہاں انتظام ہو سکتا ہے لیکن اپنا پیٹ کس چیز
سے بھریں گے؟ ہمارے دشمن تو ایک ہفتے تک
کان میں ٹھہر سکتے ہیں۔ ان کے پاس کھانے کا
سامان موجود ہے۔ لیکن ہم یہاں بھوکے مر
جائیں گے۔ ہم پیٹ پر کب تک پتھر باندھے
رہیں گے؟" احمد نے یہ تجویز پیش کی کہ کیوں

نہ ہم ساحل کی طرف روانہ ہو جائیں۔" جیک نے
بھی اس تجویز کو پسند کیا اور کہا "ہم اس پہاڑی
کی آڑ میں آسانی کے ساتھ سفر کر سکتے ہیں۔ اور
جب ایک دفعہ ہم وادیٔ مغارہ سے نکل گئے تو پھر
انجلو اور اس کے آدمی ہماری گرد کو بھی نہیں پہنچ
سکتے۔" لارنزو نے کہا: "اور انجلو کو بھاگ جانے کا
موقع دیا جائے؟" احمد نے جواب دیا: "ہم پولیس کو
بہت جلد اس کے پیچھے لگا دیں گے۔" لیکن ڈنکا
احمد کی اس تجویز کے خلاف تھا کہ پولیس انجلو کا
سراغ لگا کر اسے پکڑے۔ اسے یہ ڈر تھا کہ جب
انجلو پکڑا گیا تو پولیس اسے بھی نہیں چھوڑے گی۔
جیک نے ڈنکا سے کہا: "اگر تم پولیس سے بچنا چاہتے
ہو تو ہمارے ساتھ نہ جاؤ۔"

لارنزو نے اس موقع پر لڑکوں کے سامنے اپنا
یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ کان میں پھر واپس جائے گا
اور جب تک ایک مرتبہ کان سے دو ہو آئے وہ
یہاں سے کسی اور طرف کا رخ نہیں کرے گا۔ اس
نے کان میں واپس جانے کا سبب بھی نہ بتایا۔
اس لیے لڑکے بڑے حیران ہوئے۔ عمر

اُس وقت تک خاموشی سے سب کی باتیں سُن رہا تھا۔ دُوسروں کو چپ دیکھ کر اس نے کہا "اِس بات کو نہ بھولنا کہ جب انجلو اور اُس کے تمام آدمی سمندر کے کنارے سے بھاگے تو موٹر کشتی کے ڈوبنے کی خبر پولیس کے افسروں اور پہرے کی چوکیوں تک فوراً پہنچ گئی ہو گی۔ اُنھیں بھاگنے والوں کا سُراغ لگانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ عجب نہیں کہ پولیس کے آدمی تھوڑی دیر تک وادی میں پہنچ جائیں" عُمر کی اِس بات کا مارکس پر اتنا اثر ہُوا کہ وُہ ڈر کے مارے بھاگنے لگا۔ اِس پر عُمر نے مارکس کو روکا اور ہنس کر کہا "تم میری بات سے گھبرا کیوں گئے۔ ابھی پولیس کا کوئی آدمی نہیں آیا لیکن وُہ ضرور پہنچے گی۔ اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ انجلو کے ساتھ پکڑے جاؤ تو پھر تمھیں اُس سے الگ ہو کر چل دینا چاہیے۔ یہ سُن کر مارکس اپنی بندوق کی طرف جھپٹا جو زمین پر پڑی ہُوئی تھی۔ اُس نے بندوق اُٹھانے میں اِس قدر پھُرتی سے کام لیا کہ جیک حیران رہ گیا۔ لیکن احمد نے جھٹ دوسری بندوق پر جو مارکس کی بندوق کے پاس

پڑی ہُوئی تھی، قبضہ کر لیا۔ اتنے میں ڈنکا بھی جو محل کی ٹوٹی ہُوئی دیوار کے قریب کھڑا تمام باتیں سُن رہا تھا، مارکس کے قریب پہنچا۔ دونوں عُمر کی باتوں سے ڈر گئے تھے اور غصّے کی حالت میں تھے۔

لارنزو نے یہ دیکھ کر احمد کو مشورہ دیا کہ وُہ دُوسری بندوق ڈنکا کے حوالے کر دے۔ احمد نے بگڑ کر جواب دیا "مَیں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم ہمارے دوست اور خیر خواہ ہو۔ ہم نے غلطی کی کہ جب کان سے نکلے تو تمھیں ساتھ لے لیا" اِس پر لارنزو نے احمد کو اطمینان دلایا کہ مَیں اب بھی تمھارا دوست اور خیر خواہ ہُوں۔ لیکن مَیں نہیں چاہتا کہ ہم ایسے نازک موقع پر ایک دُوسرے سے جھگڑیں۔ عُمر کی باتوں سے مارکس اور ڈنکا کو یقین ہو گیا ہے کہ تم انھیں پکڑوانے کے لیے پولیس کے آدمی لانا چاہتے ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ اگر پولیس آ بھی گئی تو ہم اپنے بچاؤ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔

احمد نے کہا "تو کیا اِس کا یہ مطلب ہے کہ تم مارکس اور ڈنکا کے ساتھ بھاگ جاؤ گے اور ہمیں نہتا چھوڑ جاؤ گے؟" لارنزو نے کہا "میرا ارادہ بھاگنے کا نہیں ہے۔"

ان حالات میں جیک، احمد اور عمر نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ ساحل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ مگر مارکس نے لڑکوں کا جانا اپنے لیے خطرناک سمجھا۔ اس نے لڑکوں سے صاف کہہ دیا کہ "ہم نہیں چاہتے کہ تم یہاں سے بھاگ کر پولیس کو خبر دے دو کہ ہم یہاں موجود ہیں۔ انجلو تمھیں یرغمال کے طور پر لایا تھا۔ ہم سب یہاں سے اکٹھے جائیں گے۔ اچھا اب بندوق دے دو۔" لارنزو بھی یہی چاہتا تھا کہ احمد ڈنکا کو بندوق دے دے۔ ابھی بندوق کا معاملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ وادی سے ایک آواز سنائی دی۔ ڈنکا نے، جو پہرہ پر تھا، انجلو کی آواز کو پہچان لیا اور کہا "وہ ہمیں آوازیں دے کر بلا رہا ہے۔ کیا میں اس پر فائر کروں؟" مارکس نے کہا "نہیں اس دھوکا دینے والے بے ایمان کتے کو میں ماروں گا۔" لارنزو نے کہا "ایسا نہ ہو کہ تمھارا

نشانہ خطا جائے۔" مارکس نے انجلو کی طرف شست باندھی۔ بندوق چلی۔ مگر انجلو اس کی گولی سے مرا نہیں صرف زخمی ہوا۔ کیونکہ وہ لنگڑاتا ہوا کان کے اندر چلا گیا۔ مارکس نے اپنے آپ کو گالی دی کہ کیوں اس کی گولی نے انجلو کو وہیں ڈھیر نہ کر دیا۔ لارنزو کو بھی افسوس ہوا۔ کیونکہ اب انجلو اپنے ساتھیوں کو بتا دیگا کہ جو آدمی اس کی پارٹی سے بھاگ گئے تھے، وہ اس پہاڑی کے پرانے محل میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور وہ شام کے بعد رات کی تاریکی میں ان پر حملہ کر دے گا۔

ڈنکا نے کہا "تو پھر ہمیں خود یہاں سے چل دینا چاہیے۔ مارکس آؤ۔ لارنزو آؤ۔ لوکو تم بھی آؤ۔" عمر جو اس وقت تک خاموش تھا، بولا "معلوم ہوتا ہے کہ لارنزو کسی خاص بات کی وجہ سے نہیں جانا چاہتا۔ کان کا کوئی ایسا راز ہے جو اس نے ہمیں اب تک نہیں بتایا۔ ورنہ ایسی خطرناک حالت میں وہ یہاں کیوں ٹھہرنا پسند کرتا۔" اس کے جواب میں لارنزو صرف مسکرا دیا۔

مارکس موٹی عقل کا آدمی تھا۔ لارنزو کے مسکرانے

کا مطلب اُس کی سمجھ میں کیسے آتا! لیکن لڑکے سمجھ گئے کہ لارنزو کے دل میں ضرور کوئی ایسی بات ہے جسے وہ زبان پر لانا نہیں چاہتا۔ مارکس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ پولیس انجلو کے تمام آدمیوں کو پکڑ کر لے جائے گی۔ اِس لیے وہ بھی چاہتا تھا کہ کسی ایسی جگہ نکل جائے جہاں وہ پولیس کے ہتھے نہ چڑھے۔ مگر لارنزو نہیں جانا چاہتا تھا۔ اُس کی یہ خواہش تھی کہ جس بندوق پر احمد نے کان سے نکلتے وقت قبضہ کر لیا تھا، وہ کسی طرح اُس سے لے لی جائے۔ کیونکہ لارنزو بندوق کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ لارنزو نے مارکس کو اشارہ کیا اور مارکس اُس کے اشارے کو سمجھ گیا۔ مارکس نے موقع پاتے ہی نیچے جھک کر احمد کی ٹانگیں پکڑ لیں اور اُسے نیچے گرا دیا۔ لارنزو نے فوراً بندوق لے لی۔ جو احمد کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ احمد کو مارکس اور لارنزو کی اِس حرکت پر بڑا غصّہ آیا۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اِس وقت مارکس کو کچھ شکلیں نظر آئیں جو وادی میں سے گزر رہی تھیں وہ سمجھا کہ یہ پولیس کے آدمی ہیں۔ ڈر کے مارے اُس

کا رنگ زرد ہو گیا۔ جیک نے غور سے دیکھا تو وہ بدّو تھے جو اونٹوں کی قطاریں لیے جا رہے تھے۔ لارنزو نے مارکس کی یہ حالت دیکھی تو اُس نے کہا "بزدل آدمی! بہتر یہی ہے کہ تم ڈنکا کے ساتھ یہاں سے ساحل کو چلے جاؤ۔ تم میرے کسی کام نہیں آ سکتے"۔

لڑکے حیران تھے کہ کیا کریں اور کدھر جائیں! کیونکہ اُن کو اب لارنزو پر بھی بھروسہ نہیں رہا تھا۔ احمد نے لارنزو اور مارکس دونوں سے کہا "کیا اس سلوک کے بعد جو ہم سے کیا گیا ہے تم ہم سے اُمید رکھتے ہو کہ جب پولیس آئے گی تو ہم تمھیں اس سے چھڑانے کی کوشش کریں گے"؟ مارکس اور ڈنکا دونوں احمد کی اِس بات سے جوش میں آ گئے۔ مگر لارنزو نے اُنھیں سمجھایا کہ یہ موقع آپس میں لڑنے کا نہیں ہے۔

عمران تمام باتوں کو غور سے سن رہا تھا۔ مگر یہ بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی کہ لارنزو نے کیوں احمد سے بندوق چھینی اور پھر ایسے طریقے سے جسے ایک بہادر اور شریف آدمی کبھی پسند نہیں کریگا۔ عمر کے دل میں یہ خیال بھی گزرا کہ لارنزو کس غرض کے لیے اپنے پاس بندوق رکھنا چاہتا ہے۔ آخر وہ لارنزو

سے یہ پُوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ "آخر کیا بات ہے کہ تم یہاں سے جانا نہیں چاہتے؟" لارنزو نے جواب دیا: "مَیں یہ راز صرف اُن آدمیوں کو بتاؤں گا جو یہاں میرے ساتھ ٹھہریں اور مجھے مدد دیں۔ اگر تم سب کل صبح تک میرے ساتھ ٹھہرو۔ تو مَیں تمھیں بتادُوں گا کہ مَیں کیا کرنا چاہتا ہُوں۔"

سب کے دل میں لارنزو سے راز دریافت کرنے کا شوق پیدا ہو گیا اور وُہ اگلی صبح تک اُس کے ساتھ ٹھہرنے پر رضامند ہو گئے۔ مارکس نے کہا "مَیں جانے سے پہلے اِس خبیث انجلو کو ٹھکانے لگا دینا چاہتا ہُوں۔" جب لارنزو کو یہ اطمینان ہو گیا کہ اُس کے ساتھی اب اُس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے تو اُس نے کہا: "دوستو! اب مَیں تمھیں اپنے دل کی بات اِس لیے بتاتا ہُوں کہ جو کام میں کرنا چاہتا ہُوں، تم بھی اُس میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔ بات یہ ہے کہ جس کان سے ہم آئے ہیں وہاں شیرز نے بہت سا سونا چھپا رکھا ہے۔ اُس نے وہاں سے سونا ہرگز نہیں نکالا ہے اور اِس بات کا بھی مجھے یقین ہے کہ یہ سونا ابھی تک انجلو نے نہیں لیا۔ مَیں اِس سونے کو

حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔ ہم سب آپس میں بانٹ لیں گے، لیکن یہ سونا اُس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک انجلو اور اُس کے ساتھیوں سے لڑائی نہ کی جائے۔ ہمیں آج رات ہی اِس مہم پر روانہ ہو جانا چاہیے اور پھر یہاں سے فوراً چل دینا چاہیے۔ مَیں نے اپنے دوست احمد سے بندُوق چھینی تھی تو اِسی غرض کے لیے۔ بھلا مَیں یہ بندوق اِس کے خلاف کیوں اِستعمال کرتا؟"

مارکس اور ڈنکا سونے کا نام سُن کر دنگ رہ گئے۔ وُہ بار بار حیرت سے یہ کہتے رہے: "بہت سا سونا! خالص سونا، چمکتا ہُوا سونا۔" اس وقت رسہ پھر ہو چکی تھی۔ اُونچے پہاڑوں کے سائے ٹوٹے ہُوئے دیران محل پر پڑ رہے تھے۔ شام ہو گئی تو مارکس پہرہ دینے کھڑا ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں کان کی طرف لگی ہُوئی تھیں۔ لیکن کان کے باہر کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ عمر وادیٔ مغارہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وُہ حیران تھا کہ کیوں پُولیس کے سپاہی یا ساحل کے پہرے دار اس کے ساتھیوں کی تلاش کے لیے نہیں نکلے؟

کان پر حملہ کرنے کے لیے لارنزو کی یہ تجویز

تھی کہ اندھیرا ہونے سے پہلے وُہ محل سے روانہ ہو جائیں۔ اور جب وُہ پہاڑی سے اُتر کر ایک طرف سے کان کے نزدیک پہنچیں تو جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ اپنا مورچہ بنائیں جہاں سے وُہ اندھیرے میں کان پر دھاوا بول دیں۔ اگر وہاں کوئی پہرہ دار کھڑا ہو تو اُس کو گولی مار دی جائے اور کمرے کے اندر جو آدمی ہوں، اُن کو کان سے نکلنے یا مقابلہ کرنے کا کوئی مَوقع نہ دیا جائے۔ اگر انجلو نے اپنے آدمیوں کو ہتھیار نہیں دیے تو کان کے دروازے پر صرف ایک آدمی کافی ہے جو اندر کے آدمیوں کو باہر نہ نکلنے دے۔ اِس کے بعد اُس خفیہ جگہ کا پتا چلایا جائے، جہاں شیرز نے سونا چھپا رکھا تھا۔

بجیک نے احمد سے دھیمی آواز میں کہا: "خیر نہیں کیا بات ہے؟ مَیں اس کام میں حِصّہ لینا نہیں چاہتا۔ ذرا اندھیرا ہو جائے تو ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔" احمد نے جواب دیا: "تمھاری رائے بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن ایک ایک کر کے یہاں سے نکل جائیں تو بہتر ہوگا۔ ہمیں کوئی جگہ مقرر کر لینی چاہیے

تاکہ وہاں ہم سب اکٹھے ہو جائیں۔ عُمر نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا: "جب ہم اِس وادی میں نیچے تھے تو مجھے ایک سفید رنگ کی پہاڑی نظر آئی تھی۔ وہ دیکھو! یہاں سے اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دے رہی ہے۔ ہم آسانی کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں گے۔"

جب سُورج پہاڑوں کے پیچھے غائب ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا تو لارنزو اپنی پارٹی کے ساتھ سونا حاصل کرنے کی مُہم پر روانہ ہُوا۔ وُہ پہاڑی سے نیچے اُتر کر کان والی پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ ڈِنکا سب کے پیچھے تھا۔ اُسے شاید یہ ڈر تھا کہ لڑکے کہیں اندھیرے میں بھاگ نہ جائیں۔ کیونکہ اُس نے لڑکوں کے چہروں اور اُن کی باتوں سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اُن کو سونے کی اِتنی خواہش نہیں جتنی اس بات کی کہ کسی طرح وُہ ساحل کی چوکی تک پہنچ جائیں اور پولیس کو انجلو اور اُس کے ساتھیوں کے پیچھے لگا دیں۔ سب ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل کان کے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ اُنھوں نے کان سے کسی آدمی کی آواز نہ سُنی۔ اندھیرا ہو

قدر زیادہ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سُجھائی دیتا تھا۔ اور اس اندھیرے کی وجہ سے انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کان میں داخل ہونے کا راستہ کس طرف ہے۔ سب نے اپنا دم سادھ رکھا تھا یکایک اُنھیں کسی کے کھانسنے کی آواز سُنائی دی۔ اُس وقت ایک ایک منٹ اُن کے لیے بھاری ہو رہا تھا۔ پارٹی پھر آگے بڑھی۔ وُہ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ لارنزو کے ساتھیوں نے دفعتہً ایک چیخ کی آواز سُنی۔ لارنزو نے جس کا دم پھول رہا تھا دھیمی آواز میں اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ معاملہ ٹھیک ہو گیا ہے۔ مَیں نے کیسب کا کام تمام کر دیا ہے۔"

کیسب کان سے باہر پہرہ دے رہا تھا۔ لارنزو نے اُس کا مار ڈالنا ضروری سمجھا۔ تاکہ اُن کے لیے کان میں داخل ہونے کا راستہ صاف ہو جائے۔ لارنزو کے ساتھی ذرا اور آگے بڑھے۔ ڈنکا جب کیسب کی لاش کے پاس سے گزرا تو وُہ ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔ وُہ جلدی سے آگے چلا گیا۔ مگر عمر ڈنکا سے پیچھے تھا۔ جب عمر آگے بڑھا تو اندھیرے میں کیسب کی لاش سے اُس کو ٹکر لگی اور وُہ

گر گیا۔ عمر کا ہاتھ کیسب کی بندوق پر جا پڑا جو کیسب کے پہلو میں پڑی تھی۔ لارنزو کو کیسب کی بندوق لینے کا خیال نہ آیا۔ کیونکہ اُس کے پاس اپنی بندوق تھی۔ اب کان میں داخلے کا دروازہ چند گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر لارنزو اور اُس کے ساتھی اندر داخل ہونے لگے۔ ڈر کے مارے ڈنکا کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ اُس نے احمد کو آگے دھکیلنے کی کوشش کی۔ جیک نے یہ دیکھ کر ڈنکا کی کنپٹی پر اس زور سے گھونسا جمایا کہ وُہ نیچے گر پڑا۔ اِس کے بعد جیک نے احمد سے کہا "بھاگو یہاں سے، یہی موقع ہے۔" دونوں ایک لمحہ میں وہاں سے اِس طرح نکلے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ مارکس غصّے میں آکر جیک اور احمد پر گولی چلانے والا ہی تھا کہ لارنزو نے اُس کو سختی سے روک دیا اور کہا "احمق آدمی! تمھاری اِس حرکت سے تو بنا بنایا کھیل ہی بگڑ جائے گا۔"

پریشانی

اگرچہ راستہ بہت خراب اور ناہموار تھا۔لیکن پھر بھی جیک اور احمد اندھیرے میں پوری تیزی کے ساتھ جا رہے تھے۔ دفعتہً ایک آواز آئی "کون ہے؟ کیا تم کیسب ہو؟ کیا معاملہ ہے؟ کیوں بھاگے جا رہے ہو؟" احمد نے کیسب کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا "کوئی شخص آ رہا ہے۔" آواز دینے والے شخص نے کہا "اندر آ جاؤ۔ انجلو ان لڑکوں پر لعنت بھیج رہا ہے۔" احمد اور جیک نے جب یہ سنا تو وہ اس خیال سے اس شخص کے قریب گئے کہ اس کو پکڑ لیں۔کیونکہ وہ کان کے اندر انجلو کے پاس نہیں جانا چاہتے تھے۔ مگر جونہی لڑکوں نے قدم آگے بڑھایا اس شخص نے جو کیسب کی طرح پہرہ دار تھا، لڑکوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ احمد اور جیک اوندھے منہ گر پڑے۔انجلو نے جو کان کے اندر لیٹا ہوا تھا،

پہرہ دار کو آواز دی "ان لڑکوں کو ابھی گولی مار دو" احمد اور جیک نے اس موقع پر انجلو کے آدمیوں کی پکڑ سے نکل جانے کی پوری کوشش کی۔لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ آخر پہرہ دار لڑکوں کو انجلو کے پاس لے گیا۔ جس کی زخمی ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور جو کبھی کبھی درد سے کراہ اٹھتا تھا۔ انجلو نے ان کو دیکھتے ہی کہا "میرے نوجوان دوستو! تم دن بھر کہاں رہے اور تمہارا دوست کہاں ہے؟" جیک نے جواب دیا "ہم صحرا میں پھرتے رہے ہیں۔ عمر کا ہمیں پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے"؟ انجلو نے پھر یہ پوچھا "تم اس وقت کیوں بھاگ جانا چاہتے تھے؟" لڑکوں نے اس سوال کا جواب نہ دیا۔ انجلو نے کہا "میں جانتا ہوں کہ تم اپنے دوست لارنزو کے ساتھ یہاں چھاپہ مارنے کے لیے آئے تھے۔ اچھا یہ تو بتاؤ۔ تم نے مارکس اور ڈنکا سے کیا کام لیا ہے؟" احمد نے جواب دیا "ہم نے ان سے کوئی کام نہیں لیا۔" انجلو نے بڑے غصے سے کہا "تم نے مارکس اور ڈنکا سے کوئی کام نہیں لیا اور یہ میری ٹانگ کس طرح زخمی ہو گئی؟ کتو! اگر تم اور دس منٹ تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو مجھے ٹھیک ٹھیک

بتا دو کہ آج رات تم کیا کیا کرتے رہے ہو؟" اگرچہ انجلو کی دھمکی اور غصّے کی وجہ سے احمد کا دل بہت زیادہ دھڑک رہا تھا۔ لیکن اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ "ہم یہاں خود نہیں آنا چاہتے تھے۔ ہماری صرف یہ خواہش تھی کہ ہم تینوں چلے جائیں اور کوئی ہمارے ساتھ نہ ہو۔ مگر ہمیں اپنی مرضی کے خلاف یہاں آنے پر مجبور کیا گیا۔"

انجلو کے ایک آدمی نے احمد کے جواب کو صحیح سمجھا۔ اِس کے علاوہ کسی لڑکے کے پاس بندوق بھی نہیں تھی۔ انجلو نے کہا "مگر لارنزو کے پاس تو بندوق ہے۔ ہمیں یہ بندوق اُس سے لینی ہے۔ وُہ پرانی کان میں آیا ہے تو کسی خاص غرض سے، ورنہ یہ شیطان یہاں کیوں آتے"۔ انجلو کی باتوں سے لڑکوں کو معلوم ہو گیا کہ وُہ اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ اُس نے بندوقیں اور گولی بارود کا سامان اُن سے چھُپا رکھا ہے۔ وُہ اب تک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ کیسب پہرے پر ہے اور صرف اُسی کے پاس بندوق ہے۔ انجلو اُن دو آدمیوں کو بہت بُرا سمجھتا تھا

جنھوں نے ساحل کے کنارے موٹر کشتی غرق ہوتے وقت انجلو کو ملامت کی تھی۔ انجلو نے اِن آدمیوں سے کہا "فوراً جاؤ اور لارنزو کو میرے پاس لے آؤ" دراصل انجلو ان دو آدمیوں کو اپنے دُوسرے آدمیوں سے مروا دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُسے اِن آدمیوں سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں یہ لارنزو سے نہ مل جائیں۔ جیک نے احمد کو چپکے سے بتا دیا کہ یہ آدمی موت کے مُنہ میں جا رہے ہیں۔ کیوں نہ انھیں انجلو کی بدنیتی سے آگاہ کر دیا جائے۔ احمد نے جواب دیا "ہاں ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ کسی طرح بچ جائیں"۔

جب جیک اور احمد دونوں آدمیوں کے ساتھ جانے لگے تو انجلو نے اُن کو روک لیا۔ پھر جیک نے یہ عُذر پیش کیا کہ "اِس کمرے میں سخت گرمی ہے۔ ہم باہر ٹھہرتے ہیں"۔ انجلو کے پاس اِس وقت کوئی آدمی نہ تھا۔ جیک اِس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ جونہی دونوں لڑکے کمرے سے باہر نکل کر کان کے دروازے پر پہنچے جیک جان بُوجھ کر پہرہ دار پر گر پڑا۔ جس کی وجہ سے پہرہ دار کے پاؤں پر چوٹ لگ گئی۔ پہرہ دار نے کہا "اندھے ہو، دیکھتے نہیں"۔

وُہ اپنے پاؤں کو دبانے لگا۔ جیک نے افسوس ظاہر کیا کہ اندھیرے میں ٹھوکر لگنے سے تم پر مگر پڑا۔ پہرہ دار نے غصّے کی حالت میں جیک سے کہا "اچھا یہیں بیٹھ جاؤ۔ اَب مَیں تمھاری کوئی چال نہیں چلنے دُوں گا۔ اگر تم نے ایک قدم بھی اُٹھایا تو مَیں تم دونوں کو اپنے تیز چاقو سے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دُوں گا۔" احمد نے آہستہ سے جیک کو بتایا "مَیں نے اُن دو آدمیوں کو خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ وُہ لارنزو کی پارٹی میں شامل ہو جائیں گے اور پھر ہمیں بچانے کی کوشش کریں گے۔" پہرہ دار نے دونوں سے کہا "خاموش رہو، باتیں مت کرو۔ مَیں نے کوئی آواز سُنی ہے۔" لڑکوں نے بھی یہ آواز سُنی۔ کوئی شخص اندھیرے میں بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔ پہرہ دار نے انجلو کو آواز دی۔ جو رینگ کر چلتا ہوا کان سے نکل آیا۔ پُر اسرار آدمی انجلو کے سامنے سے نکل گیا۔ اِس کے بعد دفعتہً انجلو کو پتھروں کے لُڑھکنے کی آواز سُنائی دی۔ انجلو ڈر گیا۔ اُس نے آواز دی "کون ہے؟" مگر اِس کا جواب نہ ملا۔ جیک کے دِل میں یہ خیال گزرا کہ کہیں یہ عُمر نہ ہو

اُس نے بلند آواز سے کہا "عُمر! ہم قید میں ہیں۔ تم دُور ہی رہو۔" انجلو نے چاقو نکال کر جیک اور احمد کو دھمکایا۔ مگر جیک نے اِس دھمکی کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جیک اور احمد موقع پا کر دَوڑ پڑے۔ دو آدمی اُن کے پیچھے دَوڑے۔ اِتنے میں یکا یک بندُوق چلنے کی آواز آئی اور گولی سائیں سائیں کرتی ہُوئی اُن کے پاس سے نکل گئی۔ آدمی فوراً مُنہ کے بل زمین پر لیٹ گئے۔

انجلو یہ سمجھا کہ لارنزو نے فائر کیا ہے۔ اُس نے پکار کر کہا "ٹھہر جا کتّے! مَیں تجھے اِس کا مزا چکھا دُونگا۔" اِس کے بعد ایک اور گولی چلی جو کان کے دروازہ کے پتھر کو لگی اور ایک خاص قسم کی آواز کے ساتھ اُڑ کر نیچے جا پڑی۔ بندُوق کے اِس ناگہانی فائر سے انجلو کے آدمی اِس قدر ڈر گئے کہ وُہ جان بچانے کے لیے کان کے اندر بھاگ گئے۔ کسی کے پاس بندُوق نہ تھی۔ انجلو کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس چال میں وُہ اپنے دشمنوں کو پھانسنا چاہتا تھا اُس میں خُود پھنس گیا ہے۔

جیک اور احمد خاموشی کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اتر گئے۔ وُہ لارنزو اور اُس کے دوستوں سے بچنا چاہتے تھے۔ اِتنے میں کسی شخص نے جیک اور احمد

کو آواز دی - جیک نے یہ آواز پہچان لی - یہ عمر
کی آواز تھی - سامنے سے عمر نکل آیا - جس کے ہاتھ
میں بندوق تھی - جیک اور احمد حیران تھے کہ یہ
بندوق اُسے کس طرح مل گئی - عمر نے اُنھیں بتایا
"یہ کیسب کی تھی جو میں نے اُس وقت اپنے پاس
رکھ لی جب وہ لارنزو کی گولی سے ہلاک ہو گیا تھا۔
جیک! اب یہ بندوق تم لے لو - میں نے اِس سے
دو فائر کیے ہیں۔ مگر اِن دو فائروں نے میرے کندھے
توڑ دیئے ہیں - مجھے یہی ڈر تھا کہ کہیں میرے فائر
کرنے سے تمھیں گولی نہ لگ جائے"۔

احمد نے کہا: "عمر! ہم تمھارے بہت شکر گزار ہیں
کہ تمھاری وجہ سے ہم پھر آزاد ہو گئے - اب ہمیں کس
طرف کا رُخ کرنا چاہیے؟" جیک نے آہستہ سے کہا کہ
آدمیوں کے چلنے پھرنے کی آواز پہاڑی کے اُوپر
تک سُنائی دیتی ہے - اِس لیے ہمیں بڑی احتیاط سے
کام لینا چاہیے - ہمیں جہاں تک ہو سکے انجلو کے آدمیوں
سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے - وہ ضرور ہمارا پیچھا
کریں گے" عمر نے کہا: "اگر ہم سفید پہاڑی تک پہنچ
جائیں تو دن چڑھے بھاگنے کا موقع مل جائیگا"

ابھی لڑکے پہاڑی سے اُتر کر وادی میں نہیں پہنچے
تھے کہ اُنھوں نے کان کے قریب کئی فائروں کی آواز
سُنی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گولی لگنے سے آدمی زخمی
ہو گئے - اور وہ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے - لڑکے ٹھہر
گئے - جیک نے کہا "لارنزو انجلو پر حملہ کر رہا ہے -
جن دو آدمیوں سے ہم نے یہ کہا تھا کہ انجلو تمھیں
رہا دینا چاہتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہی لارنزو
کے پاس پہنچے اور اُنھوں نے اُسے بتا دیا کہ انجلو
کے کسی آدمی کے پاس بندوق نہیں ہے - لارنزو انجلو
کا قصہ ختم کر دینا چاہتا ہے - اب اُسے خطرہ ہے تو
پولیس کا - عمر نے جواب دیا: "وہ پولیس سے زیادہ
ہمیں خطرناک سمجھتا ہے" جیک نے کہا: "لارنزو سے یہ
بعید نہیں کہ ہمیں جان سے مار ڈالے - وہ اتنا بُرا
نہیں ہے جتنا دوسرے آدمی ہیں" عمر نے کہا: "یہ
ٹھیک ہے - لیکن اب لارنزو اور اُس کے ساتھیوں کے
پاس بندوقیں ہیں - اور اُن کی سلامتی اِسی بات میں
ہے کہ ہماری زبان کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جائے
اگر ہم اندھیرے میں چل پڑیں تو ہم رات بھر اِن
وادیوں اور پہاڑیوں میں بھٹکتے پھریں گے اور راستہ

کھو بیٹھیں گے۔ اِس لیے بہتر یہی ہے کہ جب تک دن
نہ چڑھے ہم یہاں کسی جگہ دبک کر بیٹھے رہیں۔"
جیک اور احمد نے عمر کی بات مان لی۔ جیک بھوک
کی وجہ سے بے حال ہو رہا تھا۔ عمر نے کہا۔ "میں نے
کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب کوئی جہاز کسی چٹان سے ٹکرا
کر تباہ ہو جاتا ہے اور اُس کے ملاحوں کو کھانے کے لیے
کچھ نہیں ملتا تو وہ اپنے جوتے تک کھا جاتے ہیں۔" احمد
نے ہنس کر کہا "جیک اگر چاہے تو میرے جوتے حاضر ہیں۔
جن سے وہ اپنے معدے کی تواضع کر سکتا ہے۔"
تینوں لڑکے آہستہ آہستہ احتیاط کے ساتھ چلتے
رہے۔ اُنھوں نے اپنے سامنے وہ سفید پہاڑی دیکھی جو
اندھیرے میں بھی چمکیلی دکھائی دیتی تھی۔ وادیٔ مغارہ
بھی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ سفید پہاڑی لڑکوں اور
اُن کے دشمنوں کے درمیان ایک قسم کی آڑ تھی۔ لڑکے
اِس پہاڑی پر چڑھ گئے اور انھیں بہت جلد ایسی جگہ
مل گئی جہاں وہ دن چڑھے تک آرام کر سکتے تھے۔ تینوں
بیٹھ گئے۔ ایک بندوق لیے پہرہ دیتا رہا اور دوسرے سو
گئے۔ مگر یہ آرام اور اطمینان کی نیند نہ تھی۔

احمد کی گم شدگی

سورج نکلنے پر تینوں لڑکے جاگ اُٹھے۔ تکان
بھوک اور کھردری جگہ پر سونے کی وجہ سے ان کا
جسم اکڑ گیا تھا اور درد کر رہا تھا۔ لیکن اِس بے آرامی
اور پریشانی کی حالت میں بھی وہ مایوس نہیں ہوئے
تھے۔ جب تک سانس تب تک آس۔ انھیں اب بھی
یہ اُمید تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے بچ کر کسی نہ کسی
طرح ساحل کی چوکی تک پہنچ جائیں گے۔ جیک نے
دونوں طرف نگاہ دوڑائی اور وہ ایک راستے پر ہو
لیے۔ جہاں سے وادیٔ مغارہ صاف نظر آتی تھی۔ اِن
کے سامنے وہ پہاڑی تھی جس کے اُجڑے ہوئے پرانے
قلعے میں لارنزو نے کان سے سونا حاصل کرنے کا بیڑا
اٹھایا تھا۔ کان والی پہاڑی بھی دکھائی دے رہی تھی۔
تینوں لڑکوں کو پیاس لگ رہی تھی۔ جیک نے کہا۔
"ہمیں سب سے پہلے اُس کنوئیں پر پہنچنا چاہیے جہاں

سے انجلو نے پانی منگوایا تھا۔" احمد نے رائے ظاہر کی: "ہمارے لیے اب صرف دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم ساحل تک پہنچنے کی کوشش کریں اور ان پہاڑیوں اور وادیوں میں بھوکے اور پیاسے ایڑیاں رگڑ کر اپنی جان دے دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم کان میں پہنچیں اور اپنے آپ کو لارنزو کے حوالے کر دیں۔" عمر نے کہا "اور تیسری صورت یہ ہے کہ "ہم لارنزو سے بچ کر پانی کے چشمے تک جا پہنچیں۔ کیونکہ پانی کے بغیر ہم بھاگنا بھی چاہیں تو نہیں بھاگ سکتے۔ کھانے کی کوئی چیز اگر مل سکتی ہے تو کان میں۔ اس کے لیے ہمیں لارنزو سے نبٹنا پڑے گا۔ اگر لارنزو کو کان سے سونا مل گیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ وہاں ایک لمحہ بھی فضول ٹھہرنا پسند نہیں کرے گا۔ اور وہاں سے نکل جانے کے لیے ویسا ہی بے تاب ہوگا جیسے ہم یہاں سے بھاگ جانے کے لیے بے قرار ہیں۔ اب ہمیں چشمے کی طرف چل دینا چاہیے۔ لیکن اکٹھے ہو کر نہیں بلکہ پہلے ایک جائے اس کے بعد دوسرا پھر تیسرا۔ جیک! بتاؤ تم نے کہ پہلے تم چلو۔ ٹھیک ہے نا؟

جیک اور احمد دونوں نے عمر کی بات کو ٹھیک خیال جیک اسی وقت سفید پہاڑی سے نیچے اتر گیا وقت جیک وادی کے کھلے حصے سے جا رہا تو احمد اور عمر دونوں کی آنکھیں اس کی طرف ہوئی تھیں۔ جیک نے اس بات کا خاص طور خیال رکھا کہ وہ محل والی پہاڑی کی اوٹ میں ے تاکہ کان والی پہاڑی سے کوئی آدمی اسے نہ سکے۔ وادی میں چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں، کی آڑ میں جیک ایک جنگی سکاؤٹ کی طرح فرض بجا لا رہا تھا۔ جب جیک، احمد اور عمر نظروں سے غائب ہو گیا تو پھر احمد کے جانے باری آئی۔ جب احمد کچھ فاصلہ طے کر چکا تو بھی روانہ ہو گیا۔ آخر تینوں کنوئیں پر پہنچ گئے، پانی پیا تو ان کی جان میں جان آئی۔

اب انھوں نے کھانا حاصل کرنے کا پکا ارادہ یا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کھانے نظام کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نے کان سے دو آدمیوں کو نکلتے دیکھا۔ اس نے دھیمی آواز میں جیک اور احمد کو ان آدمیوں

کی طرف توجّہ دِلائی۔ تینوں اس خیال سے جھاڑیوں کے پیچھے چھُپ گئے کہ کان سے نکلتے ہوئے آدمیوں کی حرکت کو دیکھتے رہیں۔ اِن آدمیوں نے پہلے چاروں طرف دیکھا اور پھر کان کے اندر چلے گئے۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کان کے اندر سے چھ آدمیوں کی ٹولی نکلی۔ سب کے پاس بندُوقیں تھیں اور وہ ایک صندُوق یا بوری لیے جا رہے تھے۔ معلُوم ہوتا تھا کہ اِس صندوق یا بوری میں کوئی بہت قیمتی شے ہے۔

عمُر حیرانی سے یہ دیکھ رہا تھا کہ یہ چھ آدمیوں کی ٹولی کِس طرف جاتی ہے۔ مگر اُس کی یہ حیرانی جلد دُور ہو گئی۔ ٹولی پہلے جنُوب کی طرف مُڑی اور پھر اُس نے وادیٔ مغارہ کا رُخ کیا۔ لڑکے ٹولی کے کئی آدمیوں کو پہچان سکتے تھے۔ اور انھیں یہ دیکھ کر سخت تعجب ہُوا کہ اِن آدمیوں میں لارنزو نہیں تھا۔ اُنھیں اِس بات کا تو یقین تھا کہ اِنجلو مارا گیا ہے۔ وُہ اور دس منٹ تک انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سارے آدمی پہاڑی کی ڈھلان کے پیچھے غائب ہو گئے۔ عمُر نے احتیاط کے خیال سے کہا کہ ہمیں اَور دو منٹ تک انتظار کر لینا چاہیئے۔ ایسا

ہو کہ کوئی اَور آدمی ایسا نکل آئے جسے ہم نہ جانتے
ں۔ لڑکے بڑی احتیاط سے آگے بڑھتے رہے
جب اُنھیں یقین ہو گیا کہ ٹولی کا کوئی آدمی پیچھے
ں رہا تو وہ کان والی پہاڑی پر چڑھ گئے۔ پھر
انھیں اس بات کا پتا نہیں تھا کہ جو آدمی ٹولی
شامل نہیں ہیں، وُہ مر چکے ہیں یا زندہ ہیں۔ انھیں
خیال بھی آیا کہ اگر لارنزو زندہ ہے تو وہ اُن کا
ست ہوگا یا دُشمن۔

جب وُہ کان کے اندر داخل ہوئے تو اُنھیں اندر
ے کوئی آواز سنائی دی۔ جیک گودام کے دروازے
جہاں سے وہ بھاگے تھے ٹھہر گیا۔ احمد اور عمُر کے
کان کے اندرونی کمرے کی طرف لگے ہوئے تھے۔
اندھیرا تھا۔ آخر اُنھیں ایک کمزور آواز سنائی دی
معلُوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص درد کے مارے کراہ
ہے۔ جیک بندُوق لیے اس طرف بڑھا۔ جہاں
آواز آ رہی تھی۔ اُس نے بندوق میں کارتوس
رکھا تھا۔ تاکہ اگر کوئی آدمی یکایک اُس پر
رے تو وُہ اُس پر فائر کر دے۔ احمد نے گودام
دروازہ کھولا جہاں بالکل اندھیرا تھا۔ اُس نے پُوچھا

یہاں کون ہے ؟" اِس کے جواب میں ایک کمزور آواز آئی :" خدا کے لیے میری مدد کرو۔" عمر نے دیا سلائی جلائی۔ اُس نے دیکھا کہ کوئی کمرے کے دُوسری طرف فرش پر پڑا ہُوا ہے۔ وہ اُس کو دیکھ کر اِس قدر ہکا بکا رہ گیا کہ اُس کا ہاتھ دیا سلائی سے جل گیا جو اُس نے فوراً نیچے پھینک دی۔ جیک نے وہاں ایک لمپ بھی دیکھا۔ احمد نے پھر دیا سلائی جلائی اور لمپ روشن کیا۔ احمد نے جب اس آدمی کو غور سے دیکھا تو وُہ بول اُٹھا :" ارے یہ تو لارنزو ہے۔" وہ سخت زخمی تھا اور اس کے کندھے اور چہرے سے خون بہ رہا تھا۔ احمد نے اُسی وقت اس کے زخموں پر پٹی باندھنے کی کوشش کی۔ جیک نے کہا :" پہلے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ جو خون اُس کے جسم سے نکل رہا ہے اس کا بہنا رُک جائے۔ زخم بعد میں صاف کر لیے جائیں گے۔ تینوں نے اپنی قمیصوں سے جو پہلے ہی بُری طرح پھٹی ہوئی تھیں، پٹیاں بنائیں۔ اِن پٹیوں سے لارنزو کے زخم باندھ دیے گئے۔

عمر نے لارنزو سے پُوچھا :" یہ کیا معاملہ ہے! تمہیں کس نے زخمی کیا ؟" لارنزو اِس قدر کمزور تھا کہ وُہ عمر

کے سوال کا جواب نہ دے سکا۔ لڑکوں نے اُس کے منہ میں پانی ڈالا اور اُس کا چہرہ جو خون سے تر ہو رہا تھا صاف کیا۔ آخر لارنزو نے بڑی دھیمی آواز میں کہا :" ان لالچی اور ناشکرے شیطانوں نے میں نے انہیں بندوقیں دیں۔ کھانا دیا۔ پھر اُنہیں وہ جگہ بتائی جہاں شیرز نے سونا رکھا ہُوا تھا۔ ہم یہاں سے بھاگنے ہی والے تھے کہ مارکس نے ایک تیز چاقو سے مجھے زخمی کر دیا۔" جیک بولا :" اِن بد بختوں نے تمہیں اس لیے یہاں چھوڑ دیا کہ تم بے کسی کی حالت میں مر جاؤ میں سمجھتا تھا کہ اُن میں کچھ انسانیت ہے۔" لارنزو نے بڑی کمزور آواز میں جواب دیا :" دولت اِنسان کو انسانیت کے درجے سے گرا دیتی ہے۔" پھر احمد نے لارنزو سے پُوچھا :" انجلو اور اُس کے آدمی کہاں ہیں ؟" لارنزو نے جواب دیا :" گزشتہ رات اُس کے دو آدمی ہمارے پاس آئے اور یہ بتایا کہ انجلو کے پاس بارُود نہیں ہے۔ اِس پر مارکس اور کچھ آدمی باہر گئے اور اُسے اور ایک اور آدمی کو گولی سے اُڑا دیا۔"

لارنزو کی وجہ سے لڑکوں کو اپنی بھوک کا کچھ

خیال نہ رہا تھا۔ گودام میں کھانے پینے کا سب سا
موجود تھا۔ انھوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور
لارنزو سے بھی کھانے کے لیے کہا۔ لیکن
اُس نے اِنکار کر دیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں
کھانے کے بعد تینوں نے اِس بات پر غور کیا کہ
انہیں وادیوں اور پہاڑیوں کی بھول بھلیّوں سے کس
طرح نکلنا چاہیئے۔ احمد نے لارنزو سے پوچھا "اِن
پہاڑیوں سے ہم کیونکر نکل سکتے ہیں"؟ لیکن لارنزو
نے کوئی جواب نہ دیا۔ لڑکوں نے سمجھ لیا کہ وُہ
سو گیا ہے اور اُسے جگانا ٹھیک نہیں۔ لیکن جب
چند لمحوں کے بعد جیک نے لارنزو کو غور سے دیکھا
تو اُسے معلوم ہوُا کہ وہ سانس نہیں لے رہا ہے
اُس نے اپنا ہاتھ لارنزو کے دل پر رکھا۔ لیکن دل
کی حرکت بند ہو چکی تھی۔ افسوس وُہ مر چکا تھا۔

عمر نے جیک اور احمد سے کہا "آؤ ہم اس کمر
سے باہر چلے جائیں۔ یہاں کی حالت ڈراؤنی نظر آتی
ہے۔ احمد نے کہا "ہمیں اپنے ساتھ کھانے کو چیزیں
لے جانی چاہئیں۔ اَب میں یہاں کسی صورت میں واپس
آنا نہیں چاہتا"۔ جیک اور عمر نے بھی دُعا مانگی کہ "خدا

ہمیں اِن حالات میں یہاں کبھی نہ لائے"۔ تینوں کھانے
کی چیزیں لے کر روانہ ہو گئے۔ جیک نے دروازے
کا لمپ بجھا دیا اور پھر موت اور قتل کی اس جگہ سے
اس طرح بھاگے جس طرح کوئی قیدی قید خانہ توڑ کر
نکلتا ہے۔ عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ان پہاڑیوں
اور وادیوں کی بھول بھلیّوں سے نجات پانے کی صرف
ایک ہی صورت ہے۔ اور وُہ یہ ہے کہ جس راستے
سے مارکس، ڈنکا اور اُن کے ساتھیوں کی ٹولی گئی ہے،
ہم بھی اُسی راستے پر چلنا شروع کر دیں"۔ احمد بولا۔
"اور اگر ہمیں راستے میں بدّو مل گئے تو ہمیں اور زیادہ
آسانی ہو جائے گی۔ بدّو لوگ تمام راستے اچھی طرح سے
جانتے ہیں"۔

جیک نے کہا "جب ہم قاہرہ سے روانہ ہوئے تھے
تو میں نے نقشے کو غور سے دیکھا تھا۔ مجھے اچھی طرح
یاد ہے کہ نقشے میں اُنھیں پہاڑیوں میں ایک جگہ ایسی
دکھائی گئی ہے جہاں سے ساحل کو راستہ جاتا ہے اور
اسی راستے کے قریب ایک بڑا نخلستان ہے"۔ عمر نے
کہا "میرے دوست! سینا اتنا بڑا صحرا ہے کہ یہاں کسی
واقف شخص کا راستے سے بھٹک جانا ایک معمولی بات

ہے۔ صحرا کیا ہے، ایک خوفناک دیو ہے۔ جو راستہ نہ
جاننے والے لوگوں کو نگل جایا کرتا ہے۔ بے شک
یہاں کسی نہ کسی جگہ کھجوروں کا باغ ہو گا۔ ایک ہی
نہیں بلکہ ایک سے زیادہ باغ لیکن ہمیں یہ معلوم
نہیں کہ وہ کہاں ہیں"! احمد نے عمر کی یہ باتیں سُن کر
کہا "اب معلوم ہوا ہے کہ جغرافیہ کیا چیز ہے اور اس
کا جاننا انسان کے لیے کتنا ضروری ہے"؟ عمر نے کہا
ٹھیک کہتے ہو۔ ہم تو مدرسہ میں جغرافیہ کا مضمون صرف
امتحان پاس کرنے کے لیے پڑھتے ہیں"۔

تینوں لڑکے جب وادیٔ مغارہ میں سے جا رہے
تھے تو جیک کی نظر اُن تصویروں پر پڑی جو چٹانوں
پر کھُدی ہوئی تھیں۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
"اگر مَیں کبھی پھر اِس طرف آیا تو مَیں ضرور ان تصویروں
کا علم حاصل کرونگا۔ مَیں جاننا چاہتا ہُوں۔ کہ یہ تصویریں
کس زمانے کی ہیں اور اِن کا کیا مطلب ہے"۔ عمر نے
اِن تصویروں کو دیکھ کر کہا "ان میں سے ایک تصویر
مرد کی ہے۔ جس کے سر پر عجیب قسم کی ٹوپی ہے
یہ ٹوپی مصر کے بالائی حصّے کے بادشاہ کا تاج ہے۔ اور
یہ تصویر مصر کے ایک فرعون کی ہے۔ جو مصر کے زیریں

حصّے کا بادشاہ تھا"۔ احمد بھی اِن تصویروں کو غور سے دیکھ
رہا تھا۔ اُس نے فرعون کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے
کہا "معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص کو بہت بری طرح
مار رہا ہے"۔ اِس کے بعد وہ وادی میں سے گزرتے ہوئے
سفید پہاڑی پر پہنچ گئے۔ جہاں وہ رات کا کچھ حصّہ بسر
کر چکے تھے۔ اس پہاڑی کے پیچھے دائیں اور بائیں ایک
اور وادی تھی۔ جس پر گھاس کا ایک پتا تک نظر نہیں آتا
تھا اور جس کے پتھر سُرخ رنگ کے تھے۔

عمر نے راستے کے نشانوں کو غور سے دیکھتے ہوئے
کہا "ٹولی کے آدمی اِسی راستے سے گئے ہیں۔ ہم بھی
اِسی راستے سے آئے تھے۔ ہمیں اِن کے پیچھے پیچھے،
چلنا چاہیئے"۔ احمد نے کہا "اگر وہ ستانے کے لیے
کسی جگہ ٹھہر گئے۔ اور ہماری ان سے مڈبھیڑ ہو گئی تو
اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا"۔ اِس پر عمر نے کوئی اور
راستہ ڈھونڈھنے کے لیے وادی میں چکّر لگایا۔ ایک راستہ
دیکھ کر اُسے بڑی خوشی ہوئی اور اس نے جیک اور احمد
کو آواز دی۔ عمر نے اپنے ساتھیوں کو یہ راستہ دکھا
کر کہا "اس پر بدوؤں کا قافلہ گزرا ہے۔ دیکھو اُن
کے پیروں کے نشان۔ یہ بدو دائیں طرف گئے

ہیں ۔ آؤ ہم بھی اِسی راستے سے چلیں ۔" چنانچہ تینوں لڑکے روانہ ہو گئے ۔ راستے میں ایک بڑا پہاڑ آیا۔ کیڑے اور خاص کر مکھیاں اس کثرت سے اڑ رہی تھیں کہ ان کے لیے چلنا دشوار ہو گیا۔ پہاڑ کے دامن میں ایک خشک ندی تھی ۔ کہیں کہیں کوئی جھاڑی بھی نظر آتی تھی اور کوئی پرندہ اڑتا دکھائی دیتا تھا۔ پھر وہ ایک اور وادی میں داخل ہوئے ۔ تکان کی وجہ سے وہ بڑے خستہ حال ہو رہے تھے ۔ گو انھیں قدم اٹھاتے ہوئے تکلیف معلوم ہوتی تھی مگر اُن کی ہمت میں ذرا فرق نہ آیا ۔ راستہ بڑا پتھریلا تھا ۔ بعض پتھروں پر عربی حروف کھُدے ہوئے تھے ۔ اور بعض پر ایسی زبان میں جسے وُہ نہیں جانتے تھے ۔ اگر وہ لطف اٹھانے کے خیال سے یہ سفر اختیار کرتے تو ضرور ان عجیب و غریب حرفوں میں دلچسپی لیتے ۔ مگر وہ اپنے سفر سے اِس قدر بیزار تھے کہ وہ اِن حرفوں کو سرسری نظر سے دیکھ کر آگے چلے گئے ۔ اونٹوں کے پیروں کے نشان اب نہیں دکھائی دیتے تھے ۔ چڑھائی کی وجہ سے وُہ بہت آہستہ آہستہ جا رہے تھے ۔ آخر انھیں ایک درّہ نظر آیا جس کے آگے ایک بہت بڑی

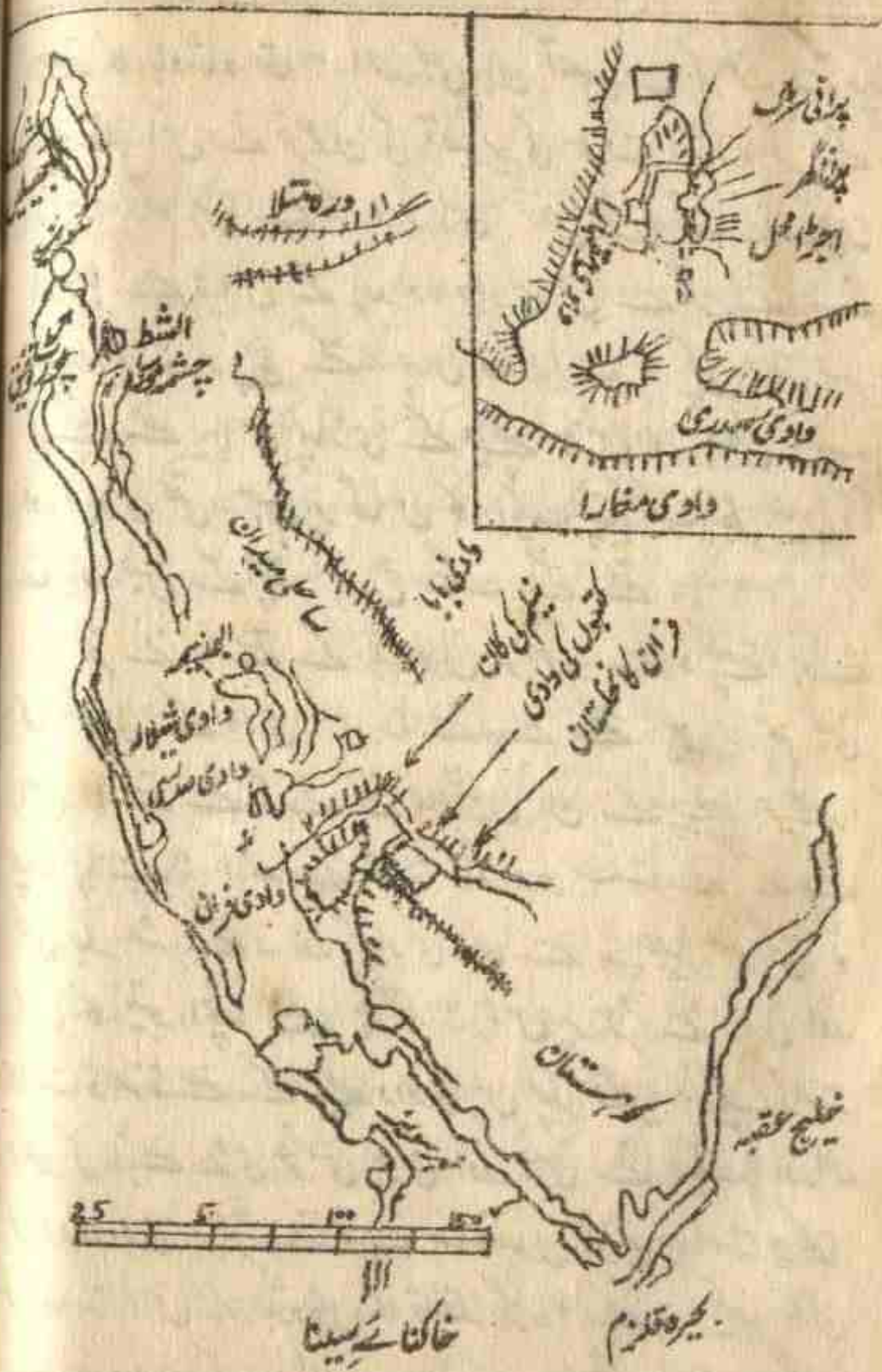

وادی تھی ۔ وُہ پہاڑ کی چوٹی پر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئے ۔ پیاس نے اُنھیں بے حال کر رکھا تھا۔ اگر ایسی حالت میں انھیں سبز گھاس یا درخت نظر آتے تو اُن کے دل کو کسی قدر اطمینان ہوتا۔ لیکن وہ جس طرف نگاہ اٹھاتے انھیں چٹان یا پتھروں کے ڈھیر دکھائی دیتے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ اُجڑے ہوئے گھروں کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کے پتھر ہیں ۔

احمد نے پتھروں کے ایک ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے کہا "میں جاتا ہوں ۔ شاید وہاں پانی مل جائے ۔" احمد اس طرح گیا جس طرح کوئی لنگڑا آدمی جاتا ہے راستہ بڑا کھردرا اور پتھریلا تھا۔ جیک اور عمر ایک پتھر سے پیٹھ لگائے احمد کی طرف دیکھتے رہے لیکن جب احمد یکایک پتھروں کے ڈھیر میں غائب ہو گیا تو وہ حیران رہ گئے۔ اُنھوں نے چند لمحوں تک انتظار کیا اور پھر اُسے آواز دی ۔ "احمد ! احمد !" لیکن کوئی جواب نہ آیا ۔

غیبی امداد

جیک اور عمر نے احمد کو اس زور سے آوازیں یں کہ وادی بھی گونج اُٹھی ۔ مگر جواب پھر بھی نہ یا ۔ دونوں فوراً اٹھے اور تکان اور کمزوری کے وجود پتھروں کے اُس ڈھیر کی طرف دوڑے جہاں مد پانی کی تلاش میں گیا تھا ۔ وہاں پہنچے تو انھوں نے کھجور کا ایک خشک درخت دیکھا ۔ جس کے پاس ہی ایک کنواں تھا ۔ جو چٹانوں کو کاٹ کر بنایا گیا تھا ۔ کنواں کیا تھا ! ایک گہرا سوراخ تھا ۔ جیک ور اس میں گرتے گرتے بچا ۔ اگر اُس کی بندوق اتفاق سے سوراخ کے اُوپر آر پار نہ گرتی تو وہ بھی نیچے ر جاتا ۔ عمر نے فوراً اُس کو کھینچ لیا ۔ اور احتیاط کے ساتھ کنوئیں کے کنارے پر قدم رکھا اور آواز ی "احمد ! کیا تم کنوئیں کے اندر ہو ؟" مگر ئی جواب نہ آیا ۔ دونوں کے چہروں کا رنگ فق

ہو گیا۔ غم کی شدّت کے باعث اُن کے مُنہ سے
کوئی لفظ نہ نکلا۔ آخر جیک نے آہستہ سے کہا
"معلوم ہوتا ہے احمد نے خودکشی کر لی ہے"۔ عمر
نے جواب دیا "وہ اِس طبیعت کا آدمی نہیں تھا۔
وہ بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ مَیں اپنے بھائی کو خُوب
جانتا ہُوں"۔ عمر نے بڑی مُشکل سے اپنے آنسو
روکے۔ دونوں کنوئیں کے پاس مایُوس ہو کر بیٹھ
گئے۔ سفر کی مصیبتیں اور خطرے سائے کی طرح ان
کے ساتھ لگے رہے۔ مگر اُنھوں نے ہمّت نہ ہاری۔
لیکن احمد کا اُن کے دیکھتے دیکھتے اس طرح غائب ہو
جانا کہ گویا زمین اُسے کھا گئی ہے، ایک ایسا دل ہلا
دینے والا واقعہ تھا کہ وُہ اِس کی تاب نہ لا سکے۔ کچھ
دیر تک دونوں پتھر کی مُورت کی طرح خاموش رہے۔ اُن
کی آنکھیں کنوئیں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ یکایک جیک
کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اُس نے بڑے جوش سے کہا:
"عمر! مَیں نے کنوئیں کے اندر سے آواز سُنی ہے"۔
دونوں کنوئیں کے کنارے پر رینگتے ہوئے گئے۔ اُنھیں
اندر سے آواز سُنائی دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آواز
دینے والا عمر کو پکار رہا ہے۔ عمر نے چلّا کر کہا: "احمد!

تم کنوئیں کے اندر ہو؟" جواب مِلا "ہاں مَیں کنوئیں
گر گیا ہُوں مگر یہ یاد نہیں پڑتا کہ کیسے گرا!
جیک اور عمر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ احمد زندہ
ہے۔ اَب دونوں کو یہ ڈر تھا کہ کہیں اُسے سخت چوٹ
آئی ہو۔ جیک نے پھر احمد سے پُوچھا: "تمھیں چوٹ
نہیں آئی؟ احمد نے جواب دیا "گرتے وقت میرا
دھا چٹان سے رگڑا جس کی وجہ سے درد ہو رہا
ہے۔ لیکن میری ہڈی نہیں ٹوٹی"۔ جیک نے کہا۔
گھبراؤ نہیں۔ ہم تمھیں کنوئیں سے ابھی نکالتے ہیں"۔
یہ کام اِتنا آسان نہ تھا جتنا اُنھوں نے سمجھ رکھا
تھا۔ اُن کے پاس نہ تو کوئی رسّی تھی اور نہ کوئی اور
ایسی چیز تھی جس سے رسّی بنا لی جاتی۔ لیکن دونوں
سکاؤٹ تھے۔ جنھیں اِس بات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ
جب پاس کچھ نہ ہو تو کس طرح مُشکل دُور ہو سکتی ہے!
جیک کی بندُوق پر چمڑا بندھا ہُوا تھا۔ جس سے بندوق
کندھے پر لٹکائی جاتی ہے۔ اُس نے چمڑے کا ایک
ٹکڑا کھولا۔ اِس کے بعد عمر نے جیک کو پیچھے سے
پکڑا۔ اور جیک نے کنوئیں میں بندُوق چمڑے سمیت
لٹکا دی۔ جیک نے احمد کو آواز دی "کیا تم چمڑے

کو پکڑ سکتے ہو ؟" احمد نے چمڑے کو پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن چمڑا اُس کے ہاتھ سے بہت اُونچا تھا۔ جیک نے بندوق اوپر کھینچ لی۔ اب دونوں نے اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں سے جو اُن کے جسم پر لٹک رہے تھے، ایک مضبوط رسّی بٹنی شروع کر دی۔ کام کے جوش اور احمد کو بچانے کی فکر میں اُنھوں نے کھانے کے ڈبے پھینک دیئے۔ خوش قسمتی سے دونوں کے پاس پیٹیاں تھیں۔ عمر کے پاس چاقو تھا۔ جس نے اِس موقع پر بڑا کام دیا۔ بہت جلد اُنھوں نے ایک مضبوط رسّی تیار کر لی۔ اور انھیں بڑی خوشی ہوئی کہ یہ رسّی احمد کے ہاتھوں تک پہنچ جائے گی ۔

اب اُنھوں نے بندوق کے دونوں سرے کنوئیں کے کنارے پر جما دیئے۔ رسّی جو بندوق سے بندھی ہوئی تھی کنوئیں کے اندر لٹکا دی۔ جیک نے عمر سے کہا "لو عمر اب ہم دونوں احمد کو اُوپر کھینچتے ہیں۔" یہ کام بڑا مشکل تھا اور اُنھیں اپنے جسم کی پوری طاقت سے کام لینا پڑا۔ اُوپر سے چھوٹے چھوٹے پتھر احمد کے سر پر اولوں کی طرح گر رہے تھے۔ دو دفعہ اُنھوں نے احمد کو اُوپر کھینچنے کی کوشش کی۔ مگر

یابی نہ ہوئی۔ تیسری دفعہ وہ کامیاب ہو گئے۔ جب کنوئیں کے کنارے کے قریب آیا تو جیک نے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر دونوں نے مل کر اُسے باہر ل لیا۔

تینوں ہانپ رہے تھے اور پسینے سے شرابور تھے۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد اٹھنے کے قابل ہوا وہ بھی جیک اور عمر کی مدد سے۔ اب معلوم کہ جب احمد کنوئیں میں گرا تو اس کے پاؤں بائیں ہاتھ پر بہت زیادہ چوٹ لگی تھی۔ جب اُس جگہ پہنچے جہاں پہلے تینوں آرام کر رہے تھے احمد بیٹھ گیا۔ احمد نے جو بہت کمزور ہو گیا تھا۔ بھئی! مجھے یہیں چھوڑ دو۔ اگر تمہیں مدد مل جائے ے آکر لے جانا" عمر نے جواب دیا: "خوب اگر تمھیں چھوڑنا ہی چاہتے تو تمھیں کنوئیں کی تہ ہی رہنے دیتے۔ وہ جگہ تمھارے لیے زیادہ ٹھنڈی تھی۔" نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن اُس کی حالت صاف ظاہر تھا کہ درد کی وجہ سے وہ ایک بھی نہیں چل سکتا تھا۔ جیک نے ایک ڈاکٹر کی اُس کے بازو اور پاؤں کو غور سے دیکھا۔

اُس نے پہلے جسم کے اِن دونوں حصّوں پر مالش
پھر اپنے کپڑوں کے چیتھڑوں سے پٹیاں بنائیں
احمد کے بازو اور پاؤں کو اچھی طرح باندھ دیا
جیک اور عمر کے جسم پر اب کوئی لباس نہ تھا۔
نے اپنا ستر لنگوٹیوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اُ
جب اُن کے ننگے بدن پر مکھیاں بیٹھتیں تو ا
سخت تکلیف ہوتی۔ جیک اور عمر نے ایک د
کے ہاتھ پکڑ کر احمد کے لیے ایک قسم کی کُ
بنائی۔ احمد اِس کرسی پر بیٹھ گیا۔ احمد نے
کے لئے اُن کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھ د
اس حالت میں وہ ظالم مکھیوں کو اپنے ننگے
سے ہٹا بھی نہیں سکتے تھے ؛

احمد کی تکلیف کی وجہ سے پہاڑی سے
اُترنا اُن کے لیے نہایت مُشکل تھا۔ وُہ تین یا
مِنٹ کے بعد ٹھہر جاتے، سستا لیتے اور
چہروں سے پسینہ پُونچھ لیتے۔ پیاس کی شدّ
سے ان کی زبانیں خُشک ہو گئی تھیں۔ اُ
اُنھوں نے بولنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ارادہ
کر لیا کہ جب تک گِر نہ جائیں، قدم بڑھا

جائیں۔ اب وُہ وادی میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر
کوشش کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ خواہ اِرادہ
کتنا ہی زبردست ہو۔ اِنسان اپنی طاقت سے
زیادہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آخر عمر کو غش آگیا
اور وُہ ریت پر لیٹ گیا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں
کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ
اب کھیل ختم ہو گیا ہے ؛

احمد اپنی آنکھیں بند کیے اور کمر جُھکائے بیٹھا
ہُوا تھا۔ وُہ اپنے کراہنے کی آواز کو روکنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ ساتھیوں کی یہ حالت دیکھ کر جیک
کے آنسو نکل آئے۔ وُہ جانتا تھا کہ اگر وُہ ایک
دفعہ بیٹھ گیا تو اُس میں پھر کھڑے ہونے کی ہمّت
نہیں رہے گی۔ اُس نے اپنے سامنے دیکھا۔ اُسے
یقین تھا کہ وہاں کچھ ہری جھاڑیاں ہوں گی۔ جن
کے سبز پتّوں کے چبانے سے پیاسے اِنسان کو
تسکین حاصل ہو سکتی ہے۔ حالاں کہ وہ یہ بھی
اچھی طرح جانتا تھا کہ صحرائی جھاڑیوں کے پتّوں
میں کوئی نمی نہیں ہوتی۔ وُہ برسات کے موسم میں
اگتی ہیں اور اُن کے پتّوں میں ایک خاص وقت

تک نمی رہتی ہے۔ لیکن گرمی کے موسم میں جو
نمی باقی رہ جاتی ہے وہ اُس اِنسان کو کیسے بچا
سکتی ہے جو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر رہا
ہو ؟

جَیک اِس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ اب وہ اِتنا
بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے!
پھر بھی وہ چلتا رہا۔ یکایک وہ رک گیا۔ اُس
نے ریت میں موٹر کار کے ٹائروں کے صاف اور
تازہ نِشان دیکھے۔ اُس نے یہ نِشان دیکھ کر
ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ چشمے سے اس قدر نزدیک
اور پھر ایڑیاں رَگڑ رَگڑ کر مرنا۔ اِس کے بعد اُسے
ایک چکّر آیا۔ مگر ریت پر تختے کی طرح گِرنے سے
اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اُس نے کِسی
انجن کی آواز سُنی ہے۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اور
جب اُس کی آنکھیں کھُلیں تو اُس نے اپنے گِرد
چار آدمیوں کو کھڑے دیکھا۔ ایک شخص نے اُسے
اُٹھایا اور دوسرا پانی کا گِلاس اُس کے مُنہ تک
لے گیا۔ جَیک غٹا غٹ پانی پی گیا۔ ایک اور
شخص نے کہا "بس اِتنا ہی کافی ہے۔ پانی پیتے

جَیک کی جان میں جان آئی۔ وہ اِتنا کمزور ہو
تھا کہ بول نہیں سکتا تھا۔ اُسے فوراً عمر اور
د یاد آئے۔ اُس نے پانی پلانے والے سے
رف اِتنا کہا۔ "اُنھیں بھی" اور وادی کی طرف
ھ سے اِشارہ کیا۔ جَیک تکان اور کمزوری کی
سے سونا چاہتا تھا اور نیند اُسے اپنی گود
لینے کے لیے تیار تھی لیکن احمد اور عمر کی
وں کی خاطر اُس نے اپنی آنکھیں کُھلی رکھیں اور جب
ے اور تھوڑا سا پانی پلایا گیا تو اُس میں
لنے کی طاقت پیدا ہو گئی۔ اُس نے اِن آدمیوں
ے کہا۔ "صاحبو! میرے دو دوست بھی اِسی
ح بے ہوش پڑے ہیں جس طرح آپ نے مجھے
ں پایا۔ آیئے میرے ساتھ!"

پہلے اِن لوگوں نے یہی سمجھا کہ جَیک کا دِماغ
گیا ہے اور وہ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔
ر وہ جَیک کا مطلب سمجھ گئے۔ اُنھوں نے
ے اپنی موٹر کار میں بٹھا لیا اور اُس طرف روانہ
گئے جس طرف جَیک نے اِشارہ کیا تھا۔ وہ
ت جلد وہاں پہنچ گئے اور دیکھا کہ احمد اور عمر

دونوں سچ مچ بے ہوش پڑے ہیں۔ جس شخص نے
جیک کو پانی پلایا تھا وہ احمد اور عمر کی طرف
دوڑا اور اُن کا جسم دیکھ کر بولا "ہم وقت پر پہنچ
گئے ہیں۔" اُس نے اُن کے چہروں کو پانی سے
دھویا اور پھر پانی کے قطرے آہستہ آہستہ اُن
کے حلق میں ٹپکانے شروع کیے۔ جیک کو یہ دیکھ
کر بے حد خوشی ہوئی کہ حلق کے اندر پانی ڈالتے
ہی پہلے احمد نے اور پھر عمر نے حرکت کی۔ اور
اُنھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ دونوں حیران تھے۔
جیک اِن کی حیرانی دیکھ کر ہنسا۔ جب اُنھیں اور
پانی پلایا گیا تو اُن میں اُٹھ کر بیٹھنے اور بولنے کی
طاقت پیدا ہو گئی۔

پانی پلانے والے آدمی نے کہا "میرے دوستو
میں ڈاکٹر ہوں۔ تمھیں زیادہ پانی نہیں پینا چاہیے
اب تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" باقی تین آدمی ڈاکٹر
کے ماتحت تھے۔ ڈاکٹر نے احمد کے بازو اور پاؤں
کا معائنہ کیا۔ اور دواؤں کے بکس سے ایک
دوا نکال کر احمد کے بازو اور پاؤں پر لگائی اور
پھر پٹی باندھ دی۔ ڈاکٹر نے لڑکوں سے کار میں بیٹھ

کے لیے کہا۔ لیکن جیک اور عمر نے ڈاکٹر کا
یہ ادا کیا اور کہا کہ "کار میں ہم سب نہیں بیٹھ
سکتے۔ آپ احمد کو لے جائیے اور اگر ہو سکے تو
اس کی کار بھجوا دیجیے۔ ہم چوری کا مال لے
جانے والے بدمعاش کے بارے میں پولیس کو
نہایت ضروری اطلاع دینا چاہتے ہیں۔" ڈاکٹر
نے جواب دیا "بہت اچھا! ہماری پارٹی کے
ایک اور کار ہے۔ کوئی آدھ گھنٹہ ہوا کہ یہ
یہاں سے گزری۔ میں نے ڈرائیور سے کہہ رکھا
ہے کہ نخلستان میں ہمارا انتظار کرے۔ ہم وہاں
جائیں گے اور ایک کار تم دونوں کے لیے
دیں گے۔"

جیک نے ہنستے ہوئے عمر سے کہا "دیکھا! میں
نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اِس علاقے میں نخلستان
ہے!" پھر احمد نے ڈاکٹر سے دوبارہ پوچھا "کیا
سچ یہاں سے قریب کوئی نخلستان ہے؟" ڈاکٹر
نے جواب دیا "ہاں یہ فیزان کا نخلستان ہے۔
اس وقت تم فیزان کی وادی میں ہو۔ کیا
تم اس کا پتہ نہیں تھا؟" عمر نے کہا "ہمیں کیا

معلوم کہ ہم کہاں ہیں ۔" ڈاکٹر نے تینوں لڑکوں کو
مُبارک باد دی کہ وُہ صحرا کی اُن خوفناک بھول
بھلیوں سے زندہ نِکل آئے ۔ عمر نے کہا ۔" اگر
جیک وادی سے باہر جانے کا کوشش نہ کرتا۔ تو
اُن نابکار چوروں کو بھاگ جانے کی موقع مِل جا
ڈاکٹر نے کہا ۔" اگر ہم جلد نہیں پہنچیں گے تو وُ
ضرور بھاگ جائیں گے ۔" کار روانہ ہو گئی ۔ اگ
جیک اور عمر پیچھے رہ گئے ۔

دونوں لڑکے ایک ٹھنڈی جگہ بیٹھ گئے ۔ جیک
نے کہا ۔" میرے دِل کو اِس وقت اِتنا اطمینان
حاصل ہے کہ جی چاہتا ہے ایک ہفتے تک یہیں
بیٹھا رہوں ۔" وُہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر ہی رہے
تھے کہ اُن کی نگاہ ایک عجیب و غریب چٹان
پڑی ۔ دونوں اُس طرف گئے اور دیکھا کہ اُس
چٹان کے چاروں طرف ہزاروں پتّھر پڑے ہوئے
ہیں ۔ اُنھیں اِس بات پر تعجّب ہُوا کہ یہ قدرت
کا کام نہیں ہے ۔ لیکن یہ بات اُن کی سمجھ میں
نہ آئی کہ چٹان کے گرد اِس قدر پتّھر کیوں
جمع ہو گئے ہیں ۔ وُہ بیٹھنے کے لیے سائے د

جگہ تلاش کر رہے تھے ۔ کہ ایک بدّو نِکل آیا اور
اُس نے اُنھیں سلام کیا ۔ وُہ اُن کے پاس بیٹھ
گیا ۔ اور اُن سے باتیں کرنے لگا ۔ جیک نے
بے پروائی سے پُوچھا ۔" اِس چٹان والی پہاڑی
کا کیا نام ہے ؟" بدّو نے جواب دیا ۔" اِسے
خطاطین کہتے ہیں ۔ ہر مُسافر کو چاہیے کہ یہاں
ایک پتّھر رکھتا جائے ۔ یہ ایک پاک جگہ ہے ۔
یہی وہ پہاڑی ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ
السّلام نے اپنا عصا مارا اور اس سے چشمہ پھُوٹ نِکلا ۔
اسی چشمے سے اُن لوگوں نے جو اُن کے ساتھ
تھے ۔ پانی پیا ۔"

مُقابلہ اَور کامیابی

عُمر جس وقت چشمے کے میٹھے اَور ٹھنڈے پانی کو مزے لے لے کر پی رہا تھا تو اُس نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہی وُہ پاک جگہ ہے۔ جہاں حضرت مُوسیٰؑ کے عصا مارنے سے چشمہ پھُوٹ پڑا تھا۔" جَیک نے جواب دیا "اور کیا یہ بات تمھارے ذِہن میں آ سکتی ہے کہ جس صحرا کی پہاڑیوں اور وادیوں میں گھاس کا ایک تِنکا تک نظر نہیں آتا وہاں میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے اَور کھجوروں کے باغ موجُود ہیں۔ اگر صحرا کو دوزخ سمجھا جائے تو کیا چشمے اور باغ بھٹکے ہوئے اور پیاسے مُسافروں کے لیے بہشت نہیں ہیں؟ حضرت موسیٰؑ خدا کے نبی تھے۔ اگر خدا نے اُن کے عصا کے ذریعے چشمہ جاری کر دیا۔ تو اِس میں تعجّب کی کونسی بات ہے۔" عُمر ایک بدّو کی جھونپڑی کی دیوار کے ساتھ

ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اُس نے جَیک کی بات کو غور سے سُنا اَور کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

گُزشتہ چند دنوں کے اندر جو دُکھ لڑکوں نے اُٹھائے، وُہ فیران کے نخلستان میں خواب کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ فیران کی وادی صحرائے سینا میں بہشت نظر آتی تھی۔ صاف اور ٹھنڈے پانی کی ندی کے دونوں طرف کھجُوروں کے درخت تھے۔ جا بجا بدّوؤں کے جھونپڑے دکھائی دیتے تھے۔ پُرانے زمانہ کے ویران گھروں کے سائے میں بھیڑیں اور اونٹ آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کِسی زمانے میں ایک آباد شہر ہوگا۔ بعض بدّو اپنے کھیتوں کو ڈھینکلی سے پانی دے رہے تھے۔ اِس ندّی کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا۔

جَیک نے بدّو سے پُوچھا "اِس ندّی کا پانی کہاں جاتا ہے۔ ہم نے تو اس پانی کا ایک قطرہ بھی وادی میں نہیں دیکھا۔" اُس نے جواب دیا "یہ پانی زمین میں غائب ہو جاتا ہے۔" اتنے میں ڈاکٹر بھی آ پہنچا۔ اُس نے لڑکوں سے کہا۔

"چونکہ تم میرے ساتھ سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ میں نہیں آنا چاہتے اس لیے میں نے تمھارے لیے اونٹوں کا انتظام کر دیا ہے جو تمھیں ساحل تک پہنچا دیں گے۔ اچھا خدا حافظ!" تینوں لڑکوں نے ڈاکٹر سے ہاتھ ملائے اور اس کا پھر شکریہ ادا کیا کہ اس نے انسانی ہمدردی کے خیال سے لڑکوں کو موت کے منہ سے بچایا۔ اس کے بعد انھوں نے دونوں موٹر کاروں کی سواریوں کو خدا حافظ کہا۔ ایک کار میں جو مسافر سوار تھے، وہ لڑکوں کے سفر کے حالات سن کر بڑے حیران ہوئے۔ انھیں لڑکوں سے اس قدر ہمدردی ہو گئی تھی۔ کہ کار چھوڑنے پر تیار ہو گئے۔ تاکہ وہ اس میں سوار ہو کر ساحل تک پہنچ جائیں۔ لڑکوں نے ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن انھوں نے کار سے فائدہ اٹھانا پسند نہ کیا۔ ڈاکٹر اور دوسرے مسافر لڑکوں سے رخصت ہو گئے۔

جب لڑکے اپنی جگہ واپس پہنچے تو احمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا "جونہی اونٹ سفر کے لیئے تیار ہو جائیں۔ ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے"

جیک نے جواب دیا "اگر تم اونٹ پر سفر کرنے کے قابل نہیں ہو تو ہم کیسے روانہ ہو سکتے ہیں۔ تمھاری ٹانگ اور کندھے کا اب کیا حال ہے؟" احمد نے ہنس کر کہا "بھلے آدمی اونٹ کی سواری سے ٹانگ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ کندھے کی حالت اب پہلے سے بہت اچھی ہے۔ ہمیں جس قدر جلدی ہو سکے روانہ ہو جانا چاہیے۔ ہمیں ساحل تک پہنچنے میں کئی گھنٹے لگ جائیں گے۔ ہم جتنی زیادہ دیر سے پہنچیں گے۔ اتنا ہی ان بدمعاش چوروں اور قاتلوں کو بھاگ جانے کا اچھا موقع ملے گا"

جیک بولا "احمد نے کیا اچھی بات کہی ہے۔ اگر بھیا عمر بار بار پانی پینا چھوڑ دے تو کام ٹھیک ہو جائے" عمر نے اس کے جواب میں کہا۔ "اور کیا اچھا ہو اگر جیک کھجوریں کھانا چھوڑ دے۔ پھر تو غریب بدوؤں کے لیے باقی رہ جائیں۔ اے لو اونٹ آ گئے" نخلستان کے جس جھونپڑے میں لڑکوں نے آرام کیا تھا، اس کے مالک نے انھیں صدا دی۔ "میرے بیٹو! خدا تمھاری حفاظت اور مدد

کرے :" لڑکوں نے اُس سے ہاتھ ہلائے اور اُس کا شکریہ ادا کیا۔ جب اونٹوں کو گھٹنوں کے بل بٹھایا گیا تو لڑکے اُن پر سوار ہو گئے۔ چند لمحوں کے بعد اِس مختصر قافلے نے تنگ وادی میں اپنا سفر طے کرنا شروع کر دیا۔ جب قافلہ نخلستان کے آخری سِرے پر پہنچا تو جیک نے مُڑ کر خدا حافظ کے طور پر اپنے ہاتھ ہلائے۔ جیک نے کہا " دوسری مرتبہ میں مصر میں آیا تو میں ضرور وادیٔ فاران کا ایک چکر لگاؤں گا اور سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ میں بھی جاؤں گا "۔

عمر چونکہ اُونٹ پر پہلے کبھی سوار نہیں ہوا تھا اِس لیے آگے اور پیچھے ہلتے رہنے کی وجہ سے اُسے تکلیف ہونے لگی۔ اُس نے کہا " میں نے ان لوگوں سے جو پہلی دفعہ جہاز میں سمندر کا سفر کرتے ہیں، یہ کہتے سُنا ہے کہ اِن کی طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ لیکن جو شخص پہلے کبھی اُونٹ پر سوار نہ ہوا ہو، اُس کی طبیعت جہاز میں سفر کرنے والوں سے بہت زیادہ بگڑ جاتی ہے۔ جب وُہ خطاطین پہاڑی پر پہنچے تو جیک نے احمد

بتایا " بدّو کہتے ہیں، یہی وُہ جگہ ہے جہاں حضرت مُوسیٰؑ نے عصا مار کر پانی نِکالا اور اپنے آدمیوں کو پلایا "۔ عمر نے کہا " یہ تقدیر ہے جو ہمیں یہاں کھینچ لائی۔ کیونکہ اگر ڈاکٹر کے پاس پانی والی بوتل نہ ہوتی تو ہم یقینی طور پر دوسری دنیا میں پہنچ گئے ہوتے "۔ احمد نے کہا " ہم تقدیر سے کِس طرح بچ سکتے ہیں۔ جانتے ہو اُس ڈاکٹر کا کیا نام تھا؟ اُس کا نام مُوسیٰ تھا۔ اُس مُوسیٰ کے پاس عصا تھا اور اِس مُوسیٰ کے پاس بوتل "۔ کچھ دیر تک وُہ خاموشی کے ساتھ سفر کرتے رہے اور اپنے دائیں طرف اُس راستے کو چھوڑ گئے جس سے وہ پہلی مرتبہ وادی میں داخل ہوئے تھے۔ سہ پہر ختم ہونے والی تھی۔ دونوں بدّو ساربانوں کی یہ تجویز تھی کہ رات کو پڑاؤ کیا جائے اور صبح سویرے پھر سفر شروع کر دیا جائے۔ ابھی یہ بات ختم ہی ہوئی تھی کہ پیچھے سے ایک موٹر کار کی آواز سنائی دی۔ لڑکوں نے اپنی نظر کار کی طرف جما دی۔ کار ایک مِنٹ کے اندر پتھریلے اور ناہموار راستے پر مڑتی اور

بل کھاتی ہوئی اُن کے قریب پہنچ گئی۔ عمر زور
سے چلّایا "کیا یہ پولیس کی کار ہے؟" سچ مچ یہ
پولیس کی کار تھی۔ ڈرائیور نے عمر کی آواز سُن کر
کار ٹھہرا لی۔ تینوں لڑکوں کو کار دیکھ کر بڑی
خوشی ہوئی۔ وہ اُونٹ کے سفر سے جو آہستہ
آہستہ طے ہو رہا تھا، بیزار ہو گئے تھے۔ وہ چوروں
کو جو صبح کے وقت وادیٔ مغارہ سے روانہ ہو
چکے تھے، پکڑنا چاہتے تھے۔ کار سے ایک پولیس
افسر نے نکل کر جیک سے دریافت کیا "کیا تم وہی
تینوں لڑکے ہو جن کو میں کئی دنوں سے صحرائے
سینا میں تلاش کر رہا ہوں؟" احمد نے پوچھا "
آپ ہماری تلاش میں نکلے تھے؟" پولیس افسر نے
جواب دیا "ہاں! میں کئی دِنوں سے تمھاری تلاش
میں صحرا کی خاک چھانتا رہا ہوں۔ میں سینٹ
کیتھرائن کی خانقاہ سے آ رہا تھا کہ راستے میں
ڈاکٹر موسیٰ مِل گئے۔ اُنھوں نے مجھے تمھارا
قِصّہ سُنایا۔ کیا تم میرے ساتھ چلنے کے لیے
تیار ہو۔ ڈاکٹر ہی سے مجھے معلوم
ہوا کہ تم ہمارے لیے کوئی دِلچسپ

خبر لائے ہو؟"
بدّوؤں کو یہ باتیں سُن کر خوشی نہ ہوئی۔ اُنھیں
یہ ڈر تھا کہ کرائے کی جو رقم اُنھیں لڑکوں سے
وصول کرنی تھی، وہ اب اُنھیں نہیں ملے گی۔
لیکن جب جیک نے پولیس افسر سے یہ کہا کہ
ان بدّوؤں کو پوری رقم مِل جانی چاہیے تو اُن
کی باچھیں کِھل گئیں۔ لڑکوں کے پاس ایک پیسہ
بھی نہیں تھا۔ پولیس افسر نے اُسی وقت بدّوؤں کو
کرایہ ادا کر دیا۔ اُنھوں نے آدھا سفر بھی طے نہیں
کیا تھا کہ وہ خوشی خوشی اپنے گھروں کو
واپس چلے گئے۔ جیک، احمد اور عمر کار میں
بیٹھ گئے اور اب اُن کا سفر بڑی جلدی اور
آرام کے ساتھ طے ہونے لگا۔ راستے میں لڑکوں
نے پولیس افسر کو وہ تمام واقعات سُنائے جو وادیٔ
مغارہ میں اُنھیں پیش آئے تھے۔ پولیس افسر یہ واقعات
سُن کر دنگ رہ گیا۔ کئی دفعہ اُس کے مُنہ سے
بے اختیار سیٹی کی سی آواز نکل گئی۔ جس سے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے اپنی زندگی میں پہلے
کبھی ایسی باتیں نہیں سُنی تھیں۔ اُس نے لڑکوں

کی بہادری اور ثابت قدمی کی بڑی تعریف کی اور انہیں بتایا کہ "جب ہمیں یہ خبر ملی کہ ایک موٹر کشتی ساحل پر پہنچ گئی ہے تو ہم نے تمہاری تلاش کے لئے آدمی دوڑائے اور کاریں بھیج دیں لیکن وادیٔ مغارہ کا ہمیں کوئی خیال نہ آیا اتنا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو بدمعاش کان سے سونا لے کر بھاگے ہیں۔ وہ بہت جلد پکڑے جائیں گے"۔

اب شام ہو گئی تھی اور اندھیرا چھا گیا تھا۔ لیکن کار پوری تیزی کے ساتھ چلتی رہی۔ ایک یا دو مرتبہ کار بڑے پتھروں سے ٹکرائی لیکن خوش قسمتی سے کار کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ آخر ساحل نظر آیا۔ افسر نے ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ کار کو سیدھا ساحل کے راستے کی طرف لے جائے تاکہ ساحل کی ٹیلی فون لائن سے پولیس یا چوکی والوں کو بھاگتے ہوئے چوروں کے متعلق ضروری اطلاع دی جا سکے۔ جیک نے اس موقع پر احمد اور عمر سے کہا "اب ہمیں بدمعاشوں سے نپٹنے کے لئے اپنی پوری طاقت سے کام لینا

ے گا۔ ہمیں اُس خبیث مارکس سے لازمی بدلہ لینا چاہیے۔ جب کار ساحل کے راستہ پہنچ گئی تو پولیس کا ایک آدمی تار کے کھمبے پر چڑھ گیا اور اُس نے کھمبے سے تار کا ٹکڑا جوڑ دیا۔ دوسرے سپاہی نے اپنے ان میں سے ایک چھوٹا سا ٹیلی فون نکالا کے ذریعہ سے افسر نے ابوزنیم، القط اور کی چوکیوں کو چوروں کے متعلق خبردار رہنے تاکید کی۔ سویر سے جنگی کشتی کو بذریعہ وائرلیس ع دینے کی ہدایت بھی کر دی گئی۔ جب ر اپنے کام سے فارغ ہو چکا تو سب آدمی میں بیٹھ گئے۔ کار پوری تیزی کے ساتھ اُس ے پر چلائی گئی، جو ساحل کے ساتھ ساتھ جاتا۔ یہاں پہاڑ ساحل کے بالکل قریب ہیں۔ راستے دوسری طرف سمندر ہے، جس میں روشنی کا ر رات کی تاریکی میں تھوڑے تھوڑے وقفہ بعد اپنی شعاعیں ڈالتا رہتا ہے تاکہ روشنی دور نظر آئے۔

کچھ دیر تک کوئی شخص نہ بولا۔ عمر کو نیند

آ رہی تھی ۔ احمد یہ خیال کر رہا تھا کہ جہاں تک
ہو سکے وُہ جلد قافلہ سے پہنچ جائے تاکہ وقت پر
امتحان میں شریک ہو سکے ۔ جبکہ اُن بے شمار
چراغوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو ساحل سے بہت
دُور اپنی روشنی کی بہار دکھا رہے تھے ۔ صرف افسر
اور کار ڈرائیور غور سے آگے کی طرف دیکھ رہے
تھے ۔ ساحل کے نزدیک کی پہاڑیاں بھی پیچھے ہٹتی گئیں
اور اندھیرے میں غائب ہو گئیں ۔ ڈرائیور نے افسر
سے کہا کہ اب ہمارے سامنے وادی سدرئی ہے
افسر نے احمد کے سامنے یہ خیال ظاہر کیا کہ " اگر
چوروں نے وہی راستہ اختیار کیا ہے جو تم نے
ہمیں بتایا ہے تو پھر وہ اس وادی میں تو آگے
ہوں گے یا آنے والے ہیں " یہ سنتے ہی لڑکے
چوکنے ہو گئے اور اُن میں جوش پیدا ہو گیا ۔ اگر
کے دل میں رہ رہ کے یہ خیال اٹھتا تھا کہ کب
بدمعاشوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کا انہیں
موقع ملے گا ! وہ اسی خیال میں تھے کہ تاریکی میں
پہلے ایک طرف چمک نظر آئی اور پھر بندوق
چلنے کی آواز ۔ بندوق کی گولی کار کے اُوپر

سائیں سائیں کرتی ہوئی نکل گئی ۔ افسر نے حکم
کہ کار کی بتیاں فوراً بجھا دی جائیں اور کار
اس گز اور آگے جائے ۔ ایک اور فائر کی
ز آئی لیکن اس مرتبہ گولی پیچھے رہی ۔ کار ٹھہر
اور ہر شخص اپنی رائفل لئے کار سے کود پڑا
ر نے دبی آواز میں حکم دیا " جس طرف سے
ز کی آواز آ رہی ہے اس طرف بڑھو اور
ڑ جاؤ ۔ چور ہمیں مسافر سمجھتے ہیں " افسر کے
تھوں اور لڑکوں نے اُسی طرح کیا جیسا اُس نے
ا تھا ۔ سب لوگ کار سے بیس گز کے فاصلے پر
ے سے لیٹ گئے ۔ اُس وقت بہت اندھیرا تھا ۔
ر سے پر سمندر کے جوار بھاٹے کی آواز کے سوا
کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ۔
آخر رات کی تاریکی اور خاموشی میں ایک طرف
ے آواز آئی " کیا یہ تمہاری کار ہے ؟ تم کہاں ہو ؟ "
ر نے کئی گز ایک طرف ہٹ کر جواب دیا ۔
ہم مسافر ہیں ۔ تم کیا چاہتے ہو ؟ " اس کے جواب
پھر یہ آواز آئی " ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانا
ں چاہتے ۔ ہم صرف تھوڑی دیر کے لئے تمہاری

کار لینا چاہتے ہیں۔" افسر نے جواب دیا۔ "اگر ہم
کار لینا چاہتے تھے تو گولی کیوں چلائی؟" جواب ملا
"ہم یہاں تم سے باتیں کرنے کے لیے نہیں آئے
اپنی خیر چاہتے ہو تو کار سے نکل جاؤ اور سمندر کے
کنارے پیدل چلے جاؤ۔ اگر نہیں جاؤ گے تو ہم
تم پر گولیوں کا مینہ برسائیں گے۔ تمہارا ایک
آدمی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ تم کتنے آدمی ہو
افسر نے جواب دیا۔ "تم خود ہی آکر دیکھ لو۔
تمہیں کار کی ضرورت ہے تو آکر لے جاؤ۔"

اس پر چوروں کی ٹولی میں سے کئی آوازیں
سنائی دیں۔ کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ۔ پھر
آواز آئی: "تم کس بات سے ڈرتے ہو؟ کیوں نہیں
یہاں آجاتے؟" عمر نے آہستہ سے کہا۔ "یہ مارکس
کی آواز ہے اور اس کے ساتھ ہی ڈنکا ہے۔
بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔" افسر نے عمر
پوچھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ یہی آدمی ہیں
کا تم نے مجھ سے ذکر کیا تھا؟ جب تک
بات کا یقین نہ ہو۔ میں ان پر فائر نہیں کر سکتا۔"
لڑکوں نے کہا۔ "ہمیں پورا یقین ہے کہ یہی آد

ہیں۔"
مارکس ذرا نزدیک آگیا تھا۔ اس نے آواز
دی "دیکھو! میں پھر کہتا ہوں تم سیدھے سمندر کے
کنارے چلے جاؤ۔" جب مارکس کو اس کا کوئی جواب
نہ ملا تو وہ حیران تھا کہ کیا کرے؟ سب کے
ان مارکس کی طرف لگے ہوئے تھے جس نے
اپنے ساتھیوں سے کہا "جب تک ان پر گولیاں نہیں
چلاؤ گے۔ یہ ہمارا کہا نہیں مانیں گے۔" اس کے بعد
مارکس اور اس کے ساتھیوں نے فوراً پانچ چھ
فائر کیے۔ ایک گولی جیک کے قریب ایک پتھر
پر لگی۔ پتھر سے ٹکڑی اور جیک کے کان کو زخمی
کرتی ہوئی نکل گئی۔ افسر نے غصے اور جوش میں
گولیوں کا جواب گولیوں سے دیا۔ جس کی
کسی کو ہرگز امید نہ تھی۔ افسر نے چوروں پر
فائر کرنے کا حکم دیا۔ چور زمین پر لیٹ گئے
اور فائر کا جواب فائر سے دیتے رہے۔ چوروں
میں ایک گولی کار کے شیشے پر لگی۔ افسر نے حکم
دیا۔ "اب کوئی فائر نہ کیا جائے۔ ہم اپنے کارتوس
ضائع کر رہے ہیں۔ اندھیرے میں فائر کرنے کا

کوئی فائدہ نہیں ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب پہلی مرتبہ ہم نے فائر کیا تو ہماری گولی کسی چور کے ضرور لگی ہے "

افسر نے اب چوروں کو للکارا اور اُن سے کہا "میں پولیس افسر ہوں ۔ میں حکم دیتا ہوں کہ تم اپنے ہتھیار رکھ دو اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو" اس کے جواب میں چوروں نے گولیوں کا مینہ برسایا ۔ افسر نے لڑکوں سے کہا "چوروں کی ٹولی چھ آدمیوں کی ہے ۔ جنھوں نے فائر کیے ۔ ہمیں اس جگہ سے ایک طرف ہٹ جانا چاہئے ۔ میرے خیال میں چور ریت کے پشتے کے پیچھے کسی چیز کی آڑ میں چھپے بیٹھے ہیں" افسر اور اس کے دو آدمی اور تینوں لڑکے جلد اُس جگہ پر رینگتے ہوئے پہنچ گئے جو افسر نے تجویز کی تھی ۔ چور بھی کسی اچھے مورچے کی تلاش میں تھے جیسا کہ اُن کے چلنے پھرنے سے ظاہر ہوتا تھا ۔ افسر نے دبی آواز میں کہا "جب تک میں حکم نہ دوں ۔ کوئی فائر نہ کیا جائے کیونکہ فائر کرنے سے انھیں ہماری جگہ معلوم ہو جائے گی "

کچھ دیر تک خاموشی رہی ۔ ہر شخص اندھیرے میں یہ دیکھنے یا سُننے کی کوشش کر رہا تھا کہ دشمن کیا کرتا یا کہتا ہے ؟ جیک نے اپنے زخمی کان پر ہاتھ رکھا تو اُسے معلوم ہوا کہ دشمن کی گولی اُس کے کان کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُڑا لے گئی ہے ۔ لیکن اُس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس کا کان زیادہ زخمی نہیں ہوا اور نہ اُس سے زیادہ خون بہتا ہے ۔ افسر اور لڑکے یہ سُن کر حیران ہوئے کہ اُن کی کار کا انجن چل رہا ہے اور ساتھ ہی چوروں نے اُس جگہ فائر کئے جہاں جیک اور اُس کے ساتھی کچھ دیر گزری موجود تھے ۔ افسر نے چلّا کر کہا "کار پر گولیاں چلاؤ" ۔ جب فائر کئے گئے تو کار چل پڑی تھی ۔ معلوم ہوا کہ دشمن کے ایک آدمی کو گولی لگی ہے ۔ کیونکہ وہ درد کے مارے چلّا رہا تھا ۔ کار کی رفتار اب تیز ہو گئی تھی ۔ پولیس کے سپاہیوں اور لڑکوں نے چلتی کار کی طرف گولیاں چلائیں اور کار سے بھی گولیوں کا جواب گولیوں سے دیا گیا ۔ اب گولی پولیس کے ایک سپاہی کو لگی ۔ جس سے اُس کا

بازو ٹوٹ گیا۔ احمد بھی رائفل سے کام نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اُس کا کندھا درد کرتا تھا۔ جب دُشمن کی کار چل پڑی تو افسر نے چوروں پر لعنت بھیجی۔ اُس وقت چاند بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ لڑکوں نے بُڑ بڑاتے ہوئے کہا "اب ہمیں پیدل چلنا پڑے گا۔ جب ہم کار کے بغیر البوزنیمہ پہنچیں گے تو دیکھنے والے کیا کہیں گے۔ ہماری پارٹی میں سے کسی کا کان زخمی ہے، کسی کا بازو ٹوٹ گیا ہے اور کوئی لنگڑا ہے"۔ جب زخمی پولیس میں کی پٹی ہو گئی۔ تو پولیس پارٹی ساحل کے راستے کی طرف روانہ ہوئی۔ احمد ابھی اچھی طرح چل نہیں سکتا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ساتھیوں کے کندھوں پر تھے اور وہ اُن کے سہارے بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ ابھی وہ چند قدم ہی گئے ہوں گے کہ انہیں رُک جانا پڑا۔ رات کی تاریکی میں ساحل پر پھر فائروں کی آواز سنائی دی۔

شاندار اِستقبال

افسر نے لڑکوں سے کہا" ہماری ایک کار البوزنیمہ سے یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔ اگر کار آ جائے تو بڑا اچھا ہو۔ میں نے کار کے لئے ٹیلی فون پر کہہ دیا تھا۔ آؤ اب چلیں" مگر وہ حیران تھے کہ اب فائروں کی آواز کیوں بند ہو گئی ہے! اُنہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ چور اَب کس جگہ ہیں؟ دفعتہً عمر نے چلّا کر کہا " ٹھہرو، ایک کار آ رہی ہے" رات کے وقت کار کے انجن کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یکایک فائروں کی آواز پھر سنائی دی اور اس مرتبہ یہ آواز قریب سے آئی۔ افسر نے کہا " یہ دو کاروں کے انجنوں کی آواز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آدمی اِن خبیث چوروں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ وہ اِس راستے سے آ رہے ہیں۔ آؤ ہم راستے

سے ہٹ کر کھڑے ہو جائیں۔ تین ایک طرف اور
تین دوسری طرف۔ اور ان بدمعاشوں کے خیر مقدم
کے لئے تیار رہیں۔" دونوں کاروں کی آواز اب
زیادہ بلند ہو گئی تھی۔ افسر نے اپنے ساتھیوں کو
ہدایت کی کہ "جب میں حکم دوں تو ہر شخص تین
تین گولیاں سیدھی اگلی کار کی طرف چلائے اور
اِس بات کا خیال رکھے کہ گولی پچھلی کار کو نہ لگے
جس میں ہمارے آدمی سوار ہیں۔" اس کے بعد
افسر نے حکم دیا۔ "تیار! فائر!" اس ناگہانی حملے کا
یہ نتیجہ نکلا کہ چوروں کے کئی آدمی زخمی ہو گئے
کیونکہ وہ درد کے مارے چلا رہے تھے۔ کار بگڑ
گئی اور راستے سے ہٹ کر بڑے زور سے
سمندر کی طرف چلی گئی۔ افسر نے پولیس کار
کے سپاہیوں کو آواز دی اور اُنھوں نے اندھیرے
میں جواب دیا کہ "ہم چار آدمی ایک سارجنٹ
کے ماتحت اِن چوروں کا پیچھا کر رہے ہیں۔"
افسر نے چلا کر کہا۔ "فوراً سمندر کے کنارے پہنچو۔
وہاں کوئی نہ کوئی کشتی ہو گی۔ ایسا نہ ہو کہ یہ
خبیث کشتی میں سوار ہو کر ہمارے ہاتھ سے

نکل جائیں۔"

احمد اور زخمی پولیس مین تو کار کے پاس
رہے اور باقی سب چوروں کو پکڑنے کے لئے
دوڑ پڑے۔ وہ ناہموار زمین پر پھسلتے گرتے
چوروں پر لعنت بھیجتے اور جوش میں بھرے ہوئے
اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ اُنہیں بہت دُور
نہیں جانا پڑا کیونکہ پولیس کی جس کار کو چور چُرا
کر لے گئے تھے، وہ ریت کے پشتے سے جا
ٹکرائی اور جب پولیس کے آدمی پہنچے تو کار
ٹکرانے کی وجہ سے اُلٹ گئی۔ دو چور اُس میں
سے کود پڑے۔ کار کو فوراً آگ لگ گئی جو
ہوا کے باعث اور زیادہ بھڑک اُٹھی۔ کار
سے شعلے پوری تیزی کے ساتھ نکل رہے تھے
جو زخمی چور کار کے اندر سے نہ نکل سکے وہ
جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گئے۔ یہ ایک خوفناک
نظارہ تھا۔ جن دو چوروں نے کار سے کود کر
اپنی جان بچائی تھی، وہ دیوانہ وار سمندر کی طرف
بھاگ رہے تھے، تاکہ ساحل پر اگر کسی ماہی
گیر کی کشتی مل جائے تو وہ اُس میں بیٹھ

جائیں اور اِس طرح پولیس کے ہتھے نہ چڑھیں ۔
ساحل پر اوّل تو کسی ماہی گیر کی کشتی تھی ہی
نہیں ، اور اگر ہوتی بھی تو یہ بدمعاش کسی طرح
اُس سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے کیونکہ پولیس اِن کے
پیچھے لگی ہوئی تھی ۔ جب اِن دو چوروں کو بھاگنے
کا کوئی موقع نہ ملا اور وہ بالکل مایوس ہو گئے
تو اُنھوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور ہاتھ
اُوپر کھڑے کر لیے ۔ کار کے شعلے بھی مدھم ہو چکے
تھے ۔ ایک دفعہ پھر صحرائے سینا کی رات نے
اپنی تاریکی میں ہر شے کو چھپا لیا ۔

چوروں کی ٹولی میں سے صرف مارکس اور
ڈنکا ہی زندہ بچے جو اب پولیس افسر کے قیدی
تھے ۔ انھوں نے پولیس افسر کو بتایا کہ جو سونا
انھوں نے کان سے چرایا تھا وہ ایک خاص جگہ
زمین میں دبا دیا گیا ہے ۔ افسر نے لڑکوں سے
کہا کہ میں سونا حاصل کرنے کے لیے ان آدمیوں
کے ساتھ جاؤں گا اور پھر واقعہ کا ضروری ثبوت
مہیا کرنے کے لیے مجھے منارہ بھی جانا پڑے گا ۔
تم جانتے ہو ، قانون دان چھوٹی چھوٹی باتوں

کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں ۔

پولیس افسر نے اپنے ساتھ تین آدمی لیے
اور لڑکوں کو خدا حافظ کہنے کے بعد وادی سدری
کی طرف روانہ ہو گیا ۔ اس وادی میں ریت
اس قدر زیادہ تھی کہ کار کے پہیے اس میں
بڑی مشکل سے چلتے تھے ۔ پولیس سارجنٹ
لڑکوں ، دوسرے آدمیوں اور قیدیوں کے ساتھ
کار میں ابوزنیمہ کی طرف روانہ ہو گیا ۔ ابوزنیمہ
پہنچ کر لڑکوں نے رات سرکاری بنگلے میں گزاری ۔
دوسرے دن پولیس کی موٹر کشتی میں بندر توفیق
پہنچے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ لڑکوں
کا ایک بڑا ہجوم وہاں ان کا خیر مقدم کرنے کے
لیے موجود ہے ۔ جب لڑکے کشتی سے اُترے
تو لوگوں نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں ۔ سب
سے پہلے ہجوم میں جن دو آدمیوں نے آگے بڑھ
کر لڑکوں سے مصافحہ کیا وہ اُن کے باپ تھے ۔
تالیوں کا شور اور زیادہ بلند ہوتا گیا ۔ ہر شخص
لڑکوں کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھنے کی کوشش
کر رہا تھا ۔ اخبارات کے نامہ نگاروں نے لڑکوں

اور اُن کے والدین کی تصویریں لیں۔ وہی لڑکے
جو کچھ دن پہلے شہر میں ایک خاموش زندگی بسر
کر رہے تھے، آج اپنے پُر خطر سفر کی بدولت
اس قدر مشہور ہو گئے کہ وُہ خُود حیران تھے۔
ہجوم سے بچ کر وہ سوئیٹ کے ایک ہوٹل میں پہنچے
جہاں اُن کے کھانے کا پہلے ہی سے انتظام کر دیا
گیا تھا۔ احمد نے اپنے باپ سے پوچھا "ابّا جان! یہ
کیا معاملہ ہے، لوگ کیوں جمع ہیں اور ہمیں کیوں
دیکھنا چاہتے ہیں؟" اس کے جواب میں جیک کے
باپ نے اپنے بیٹے کے سامنے آبجیکشن گزٹ اور
احمد اور عمر کے باپ نے اپنے بیٹوں کے سامنے
الاہرام کے تازہ پرچے رکھ دیے۔ دونوں اخباروں
میں لڑکوں کے سفر کا حال درج تھا۔ مضمون
کی سُرخیاں یہ تھیں:

"بہادر سکاؤٹ زندہ پائے گئے"

"چوروں کی ٹولی ایک سخت لڑائی میں ہار گئی"

احمد اور عمر کے باپ نے مسکراتے ہوئے کہا
"میرے پیارے بچّو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو تکلیفیں
تمھیں موسلی کے چشموں پر پیش آئیں اور جس طرح

تم تینوں قید ہو گئے، اُن سے ہمیں دُکھ نہیں پہنچا۔
ہیں جیک کے باپ مسٹر سمتھ کے پاس فوراً گیا۔ ہم
نے تمھیں تلاش کرنے کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔
تمام صحرائے سینا چھان مارا مگر تمہارا کچھ پتہ نہ چلا
اور جب تمھاری کچھ خبر نہ آئی تو ہم مایوس
ہو گئے اور ہم نے سمجھ لیا کہ تم ہم سے ہمیشہ
کے لئے جُدا ہو گئے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے
کہ تم خیریت سے واپس آ گئے۔" باپ کی آنکھوں
میں آنسو آ گئے مگر وہ بے حد خوش تھا۔ عُمر نے کہا
"ابّا جان! ہم مایوس نہیں ہوئے تھے۔ کل
صُبح ..." باپ نے جلدی سے بات کاٹ کر کہا
"ہاں کیا ہُوا؟ بتاؤ بتاؤ۔" عُمر نے کہا "مگر پہلے
آپ ہم سے وعدہ کیجیے کہ اب اخباروں میں
ہمارا ذکر نہیں ہوگا۔" اس پر تینوں لڑکوں کے
باپ مُسکرائے اور کہا "اچھا، جیسا تم چاہتے ہو
ویسا ہی ہوگا۔" اِس کے بعد عُمر نے اپنے باپ کو
سفر کے کچھ حالات سُنائے۔ لیکن اِن میں اُن
تکلیفوں اور خطروں کا سرسری ذکر کیا جو تینوں
لڑکوں کو پیش آئے تھے بلکہ یہ ظاہر کرنا چاہا

کہ انہوں نے اس سفر سے خوب لطف اٹھایا۔ لیکن
باپ اپنے بچّوں کو خوب سمجھتے تھے کہ لڑکے اس لیے
مصیبتوں کا پورا حال بیان کرنا نہیں چاہتے کہ اس
سے کمزوری پائی جاتی ہے۔ جیک کے باپ مسٹر سمتھ
نے کہا "۔ میرے خیال میں لڑکو تمھیں چھٹی منانی
چاہیئے !" احمد نے کہا "۔ لیکن ہمارا تو امتحان ہے۔
اُس کے باپ نے کہا "میں امتحان لینے والوں سے کہہ
دوں گا کہ وہ تمھارا امتحان ستمبر میں لیں "۔ عمر نے کہا۔
"میں امتحان میں شریک ہوں گا۔ ابھی امتحان
میں چند دن باقی ہیں اور ہم محنت کر سکتے ہیں۔
ہم جغرافیہ کا عملی سبق پڑھ کے آئے ہیں۔ یہ بھی
ہمارے کام آئے گا "۔ احمد اور عمر کے باپ نے کہا
کہ اگر تم امتحان میں کامیاب ہو گئے تو ہم تمھیں
گرمیوں کی چھٹیوں میں انگلستان لے جائیں گے "
دونوں لڑکے خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ انھوں
نے کہا "۔ ابّا جان ! پھر تو بڑا لطف آئے گا "۔ مسٹر
سمتھ نے کہا "۔ اور میں تمھیں ابھی سے دعوت
دیتا ہوں کہ جب تم انگلستان آؤ تو میرے پاس
ٹھہرو۔ ہم دونوں باپ بیٹے چند دنوں کے بعد

یاں سے رخصت ہو جائیں گے "۔ جیک نے چلاّ
ر کہا "۔ ابّا کی یہ تجویز ٹھیک ہے۔ احمد اور
مر جب انگلستان آئیں گے تو ہم تینوں کی
ہاں خوب گزرے گی۔

ایک ہفتے کے بعد امتحان شروع ہو گیا۔
سینکڑوں لڑکوں کے درمیان ایک بڑا خیمہ تھا جس
کے اندر احمد اور عمر اپنی اپنی ڈیسکوں کے سامنے
امتحان کے لیے بیٹھے تھے۔ سب لڑکوں کی
نگاہیں سپروائزر کی طرف لگی ہوئی تھیں۔
جس کے ہاتھ میں امتحان کے پرچے تھے۔ جب
پرچے تقسیم ہو چکے تو لڑکوں کے چہروں سے اطمینان
پایا جاتا تھا کیونکہ پرچے مشکل نہ تھے۔ جب
انگریزی جواب مضمون کا پرچہ تقسیم ہونے لگا تو
لڑکوں کے دل دھڑکنے لگے۔ احمد اور عمر کا بھی
یہی حال تھا۔ حالانکہ غار والی پہاڑی پر جب وہ
انجلو جیسے خبیث اور بدمعاش شخص کے سامنے
گئے تو اُن کا دل ذرا نہ دھڑکا لیکن جب انھوں
نے پرچہ دیکھا تو اس کا پہلا سوال یہ تھا۔
"صحرا کے کسی سفر کا حال لکھو"۔ دونوں

لڑکوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور
اطمینان کا سانس لیا ٭

جیک اس وقت جہاز میں بحیرۂ رُوم کی بڑی
بڑی مَوجوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور ایک مسافر
کو جو اُس کا دوست بن گیا تھا۔ یہ بتا رہا تھا کہ
کس طرح صحرائے سینا کے سفر میں اُس کا ایک
کان دُوسرے کان سے چھوٹا ہو گیا ٭

Rana Literary & Stationery Mart
1-F/II/7, Nazimabad,
KARACHI.

جنگل کا بادشاہ

ٹارزن

بچوں کے لیے

نہایت ہی دِل چسپ ناول

ٹارزن انسان کا بچہ تھا، مگر اُسے، افریقہ کے ہیبت ناک جنگلوں میں، گوریلوں نے پالا پوسا تھا۔ لوگ اُسے گوریلا ہی سمجھتے تھے۔ وہ اتنا طاقت ور تھا کہ بڑے سے بڑے شیر کی گردن چوہے کی طرح مروڑ دیتا تھا۔ خوف ناک سے خوف ناک ہاتھی کو پل بھر میں بے بس کر دیتا تھا۔ وحشی انسان اس کے نام سے تھر تھر کانپتے تھے۔

میرے ناول

ٹارزن ساؤرا اور دلیر ٹارزن کے
حیرت انگیز کارناموں کی داستان ہے

اس کے چار حصے ہیں

- ٹارزن
- ٹارزن کی واپسی
- ٹارزن اور درندے
- ٹارزن کا بیٹا

ایسے دِل چسپ ناول آپ نے پہلے کبھی نہیں پڑھے ہوں گے۔

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور ○ راولپنڈی ○ پشاور
منگلا ○ حیدرآباد ○ کراچی